پختون

ایک خاکہ

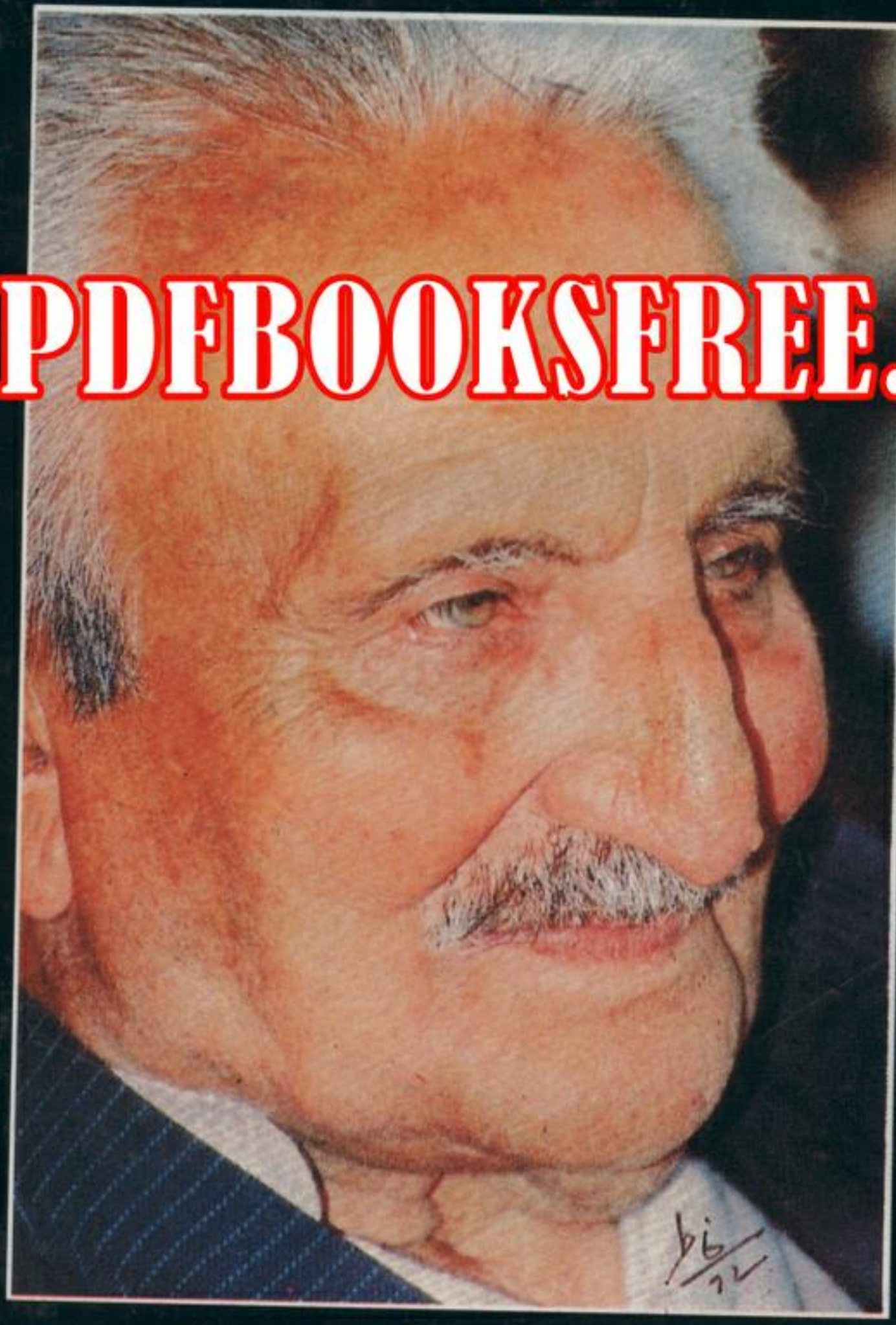

PDFBOOKSFREE.PK

غنی خان

ترجمہ: عابد خان

www.pdfbooksfree.pk

☆17

پختون

(ایک خاکہ)

غنی خان

ترجمہ: عابد خان

فرینڈز بُک سنٹر
PRC مارکیٹ مردان موبائل: 0313-9035855

شعیب سنز پبلشرز اینڈ بک سیلرز

جی ٹی روڈ منگورہ، سوات

www.pdfbooksfree.pk

ترجمہ کے حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	.....	پختون، ایک خاکہ
مصنف	.....	غنی خان
ترجمہ	.....	عابد خان
ناشر	.....	فضل ربی راہی
پروف ریڈر	.....	پروفیسر محمد وارث
کمپوزنگ	.....	لقمان حکیم
اشاعت اول	.....	2008ء
مطبع	.....	حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز لاہور
تعداد	.....	ایک ہزار
قیمت	.....	-/70روپے

SHOAIB SONS PUBLISHERS & BOOKSELLERS

G. T. Road Mingora, Swat. Ph: 0946-720317-722517
Website:www.shoaibson.ipfox.com
Email:shoaibsons@yahoo.com

www.pdfbooksfree.pk

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
1	عرضِ ناشر (فضل ربی راہی)	4
2	اپنی بات (مترجم)	7
3	باب نمبر 1 پختون	11
4	باب نمبر 2 تاریخ	14
5	باب نمبر 3 لوک گیت	20
6	باب نمبر 4 ایک واقعہ	36
7	پریوں کی داستان	49
8	باب نمبر 5 رسوم ورواج	55
9	باب نمبر 7 پلوشے.....خاموشی	65
10	قسمت	66
11	دانش اور عشق	67
12	ساقی	69
13	باب نمبر 8 ملا، جادو اور تعویذ منتر لمیٹڈ	71
14	باب نمبر 9 انتقام	80
15	باب نمبر 10 سیاست	92
16	باب نمبر 11 حرف آخر	110

www.pdfbooksfree.pk

عرضِ ناشر

''پختون، ایک خاکہ'' غنی خان کی ایک ایسی کتاب ہے جس میں ہم
پختونوں کی عادات و اطوار، ان کے رسم و رواج، ان کے فطری رجحانات، ان کی
دوستیوں اور دشمنیوں، ان کی مہمان نوازی اور انسان دوستی اور ان کی اچھی اور بری
جبلتوں اور خصلتوں کے بارے میں آسانی سے جان سکتے ہیں۔ غنی خان نے
پختونوں کی اصل نسل کے بارے میں مختصراً جو کچھ بتایا ہے، وہ تاریخ دانوں کی آرا
سے ایک مختلف سوچ اور رائے پر مبنی نظریہ ہے۔ وہ اسے نہ بنی اسرائیل سمجھتے ہیں،
آریہ بلکہ ان کا خیال ہے کہ پختون یونانی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

غنی خان بیسویں صدی کے عظیم پختون شاعر، دانش ور، فلسفی، مصور اور
سیاست دان تھے۔ تاہم وہ پختونوں میں ایک شاعر کی حیثیت سے زیادہ شہرت رکھتے
ہیں۔ ان کی شاعری پختونوں میں بہت مقبول ہے۔ انھوں نے پشتو شاعری کو ایک نئی
جہت اور اعلیٰ معیار بخشا ہے اور پہلی دفعہ پشتو شاعری میں فلسفیانہ خیالات و افکار کو
موضوع بحث بنایا ہے۔ وہ اپنی شاعری میں روایتی ملا کے خلاف ہیں اور وہ اس کے
قول و فعل کے تضاد کو بہت خوب صورت اور متاثر کن پیرایے میں ظاہر کرتے ہیں۔

www.pdfbooksfree.pk

جن مذہبی شخصیات پر پختون نکتہ چینی نہیں کر سکتے اور جن معاملوں کو وہ تنقیدی انداز میں شاعری کا موضوع بنانے سے گریز کرتے ہیں، غنی خان نے ان پر دل کھول کر اور خوب لکھا ہے۔ تاہم ان کی شاعری میں تصوف کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں۔ بعض اوقات وہ بظاہر جو کچھ کہتے ہیں، اگر اس پر دیدۂ دل وا کر کے غور و فکر کیا جائے تو اس سے یقیناً ان کے اپنے خالقِ حقیقی سے خصوصی تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔

بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ غنی خان نے نثر میں بھی لکھا ہے۔ انھوں نے انگریزی زبان میں "The Pathans, A Sketch" کے نام سے بہت عمدہ کتاب لکھی ہے جس میں انھوں نے پختونوں کی زندگی کے ہر پہلو کا بظاہر مختصر سا لیکن بہت جامع جائزہ لیا ہے۔ ان کی یہ کتاب پہلی دفعہ 1958ء میں شائع ہوئی تھی جسے بعد میں اردو کے قالب میں ڈھال کر "فرنٹیئر پوسٹ" نے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا لیکن اب اس کا اردو ترجمہ کہیں دستیاب نہیں۔ غنی خان کے چاہنے والے اس کتاب کا اردو ترجمہ حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن ایک طویل عرصہ سے یہ ترجمہ نایاب چلا آ رہا ہے۔ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے میں نے اپنے دوست عابد خان سے بات کی۔ عابد نے کہا کہ وہ اس کا پختو میں ترجمہ کر چکے ہیں لیکن میں نے کہا کہ اس کا اردو میں بھی ترجمہ ہونا چاہیئے تاکہ پختونوں کے بارے میں غنی خان نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے غیر پختون بھی واقف ہو سکیں۔ یوں "پختون، ایک خاکہ" کا اردو ترجمہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

عابد خان بنیادی طور پر انگریزی ادب سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ کالج میں انگریزی پڑھاتے ہیں لیکن اردو اور پشتو زبانوں میں بھی طبع آزمائی کرتے رہتے

www.pdfbooksfree.pk

ہیں۔ وہ زیادہ تر انگریزی سے اردو اور پشتو زبانوں میں تراجم کرتے ہیں اور بعض اوقات پشتو کی ادبی تخلیقات اردو میں بھی منتقل کرتے رہتے ہیں تاہم ان کا ترجمہ بہت خوب صورت اور معیاری ہوتا ہے اور اس میں طبع زاد تحریر جیسی روانی اور خصوصیت محسوس ہوتی ہے۔ زیرِ نظر کتاب کا ترجمہ پڑھتے ہوئے نہ صرف غنی خان کے منفرد اُسلوب کا مسحور کن احساس ہوتا ہے بلکہ عابد نے جس خوبی سے ان کے اسلوب اور خیالات کو اردو کے قالب میں ڈھالا ہے، اس سے بھی پڑھنے کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔ غنی خان کی اس نایاب کتاب کا اردو میں معیاری ترجمہ کر کے عابد نے پختونوں کے متعلق لکھے ہوئے غنی خان کے دل چسپ اور حقیقت پر مبنی خیالات اردو پڑھنے والوں تک پہنچا دیئے ہیں۔ میں ان کی اس کاوش کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔

فضل ربی راہی

20 اپریل 2008ء

www.pdfbooksfree.pk

اپنی بات

غنی خان بابا جیسے حسین اور مہان انسان اور ایک جمیل و جلیل فنکار کی تحریر کے زجے کی یہ کوشش دراصل نتیجہ ہے پندرہ سولہ سال قبل شروع ہونے والے غنی بابا سے میرے اس شعری، فنی اور فکری رومانس کا ..... وہ رومانس، جو کہ بعد میں ایک ایسے والہانہ عشق میں بدل گیا جس نے نہ صرف شعر و ادب، فلسفہ و فن، مذہب تصوف اور سیاست و ثقافت کے بارے میں میرے فکر و نظر پر شدید اور گہرے اثرات مرتب کئے بلکہ میری ذات، میری شخصی اور سماجی زندگی پر بھی بہت حد تک اثر انداز ہوتا رہا ہے۔

فیض احمد فیض ایک جگہ لکھتے ہیں کہ جب وہ ایم اے کرنے کے بعد امرتسر میں انگریزی ادبیات کے لیکچرر مقرر ہوئے تو وہاں بیگم رشید جہان نے انہیں کارل مارکس کی کتاب ''اشتمالی (The Communist Mmanifesto) پڑھنے کیلئے دیدی جسے پڑھ کر، فیض صاحب لکھتے ہیں، ''میرے چودہ طبق روشن ہو گئے۔''

کچھ ایسا ہی غنی خان کی کلیات پڑھ کر میرے ساتھ ہوا۔ خان کی شاعری پڑھ کر میرے بھی چودہ طبق روشن ہو گئے۔ حسن، عشق، زندگی، موت، مذہب، خدا، فلسفہ، فن، پختو، پختونیت، شاعری اور دیگر کئی موضوعات کے حوالے سے غنی بابا نے مجھے

www.pdfbooksfree.pk

ایسی نئی باتیں بائیں، ایسے انوکھے نکات کی نشاندہی کی، وہ عکس اور وہ امیجز دکھائے، جلال و جمال کے ایسے نغمے سنائے، ان محسوسات اور کیفیات کا بیان کیا اور فکر و نظر اور اظہار و بیاں کے ایسے نئے زاویوں اور تازہ شوخ و جمیل رنگوں سے آشنا کیا کہ غنی خان مجھے بے حد حسین اور مہان لگا اور مجھے ان سے، ان کی شاعری سے ایک افلاطونی سا عشق ہو گیا اور اس عشق کا نشہ ایسا تیز اور اتنا بھرپور ہے کہ ہنوز ع

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

یہ بھی غنی خان کی ذات اور ان کی شاعری ہی کا اثر تھا کہ میرا دھیان اپنی قومی زبان یعنی پختو کی طرف گیا ورنہ بدقسمتی سے گھر پر یا پھر سکول و کالج میں، پختو میں کبھی نہیں پڑھی تھی اور اگرچہ ان دنوں علمی و ادبی کتب کے مطالعے کا شوق مجھ پر جنون کی حد تک سوار تھا لیکن میرا مطالعہ انگریزی اور اردو تک محدود تھا۔ یہ غنی خان کی ذات، شاعری اور فکر ہی کی برکت تھی کہ مجھے نہ صرف اپنی قومی زبان بلکہ اس وسیلے سے اپنے، یعنی پختون ملت کی ثقافت اور ادبیات، سیاست اور تاریخ کی طرف متوجہ ہونے اور انہیں پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرنے کی تحریک ملی۔ مطالعے کے جنون کے بعد جب مجھے لکھنے کا پاگل پن بھی لاحق ہو گیا تو میرے دل میں غنی بابا کے کلام کو اردو اور انگریزی میں ترجمہ کرنے کا خیال آیا تھا اور میں نے دل ہی دل میں ارادہ باندھا تھا کہ بابا سے اپنی عقیدت اور محبت کا نذرانہ میں اس صورت میں پیش کروں گا۔

اور پھر ایک اور واقعہ ہوا۔

ایک دن یوں اتفاق ہوا کہ ہم چند لڑکے چارسدہ میں غنی خان کے گھر "دا دا رالامن" میں ان کی خوابگاہ (جو کہ خوابگاہ سے زیادہ کوئی لائبریری یا کوئی آرٹ، میوزیم

www.pdfbooksfree.pk

دکھائی دے رہی تھیکیونکہ اس قدر کتابیں اور مصوری اور سنگتراشی کے فن پارے تھے وہاں) میں بیٹھے بابا کی باتیں سن رہے تھے کہ دوران گفتگوان کے منہ سے نکلا" یارتم لڑکو میں کوئی انگریزی ادب والا نہیں جو میری نظموں کو انگریزی میں ترجمہ کرے۔" اب اسے حسن اتفاق کہیئے کہ ان میں سے اکثر فائن آرٹس کے طالبعلم تھے۔ میرا مضمون البتہ انگریزی ادبیات ہی تھا اور یہ بھی کہ ان دنوں میں غنی خان کی چند مختصر نظموں کے اردو اور انگریزی میں بچگانہ سے ترجمے کرتا رہا تھا جن میں سے چند ایک انگریزی تراجم روزنامہ"The Frontier Post" اور اس کے جریدے"The Horizon" میں چند دن قبل ہی شائع ہوئے تھے۔ بابا کے سامنے تو میں ان کے احترام اور رعب کے سبب خاموش ہی رہا لیکن دل ہی دل میں عہد کرلیا کہ میں نہ صرف ان کی منتخب نظموں کا اردو اور انگریزی (اور اگر کبھی ممکن ہوا تو فارسی میں بھی) ترجمہ کروں گا بلکہ ان کی مختصر لیکن کلاسیک اور شاندار کتاب "The Pathans...A Sketch" کو بھی پختو اور اردو میں ترجمہ کروں گا اور اس کے علاوہ خان کی شاعری، شخصیت اور فکر پر بھی زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی کوشش کروں گا۔

اس طویل تمہید کا مقصد دراصل یہ بتانا تھا کہ اس ترجمے کی تحریک مجھے کیسے اور کیونکر ہوئی۔

سو اس ترجمے کی بنیادی تحریک غنی خان سے بے پناہ عشق وعقیدت اور یہ خواہش ہے ان کے قلم سے نکلی اس مختصر کتاب میں جو حسن اور جو خوبیاں ہیں، زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ان سے روشناس کراؤں اور اسی غرض سے میں نے اس کتاب کا

www.pdfbooksfree.pk

ترجمہ اردو اور پختو، دونوں زبانوں میں کیا ہے کہ بدقسمتی سے پختونوں کی ایک بڑی اکثریت ایسی ہے جو پختو کتب ورسائل نہیں پڑھتی اور جن کا مطالعہ اردو تک ہی محدود رہتا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ ان تک بھی غنی بابا کا حسن اور فکر پہنچاؤں۔

عابد خان

www.pdfbooksfree.pk

باب نمبر ا

پختون

تحریر کے عمل کا مشکل ترین مرحلہ یہ جاننا ہوتا ہے کہ بات کہاں سے شروع کی جائے، جس طرح تقریر کا مشکل ترین مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ بات ختم کہاں کی جائے۔ دنیا میں اس کاغذ کے سادہ ورق سے زیادہ دق کرنے والی کوئی دوسری شے نہیں ہے جو اس وقت احمقانہ انداز میں آپ کا چہرہ تکتا اور آپ کا منہ چڑاتا ہے جس وقت آپ قلم ہاتھ میں پکڑے لکھنے کے لیے بے تاب ہوں لیکن آپ کی سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ بات کہاں سے اور کیسے شروع کی جائے۔

میں آپ کو پختونوں کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں اور چوں کہ مجھے پختونوں سے محبت ہے اس لیے میرا یہ کام اور بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ انہیں جانیں، سمجھیں اور ان سے اتنی ہی محبت کریں جتنی میں ان سے کرتا ہوں۔ لیکن پختونوں سے محبت اور دوستی کرنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لیے انہیں اندر سے اور گہرائی سے جاننا اور سمجھنا پڑتا ہے۔ پختون دنیا کی سادہ ترین پیچیدگی یا پیچیدہ ترین سادگی The most complicated simplicity کا نام ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے خیبر کی خشک و سنگلاخ پہاڑیوں اور ہشت نگر کے سرسبز

www.pdfbooksfree.pk

میدانوں اور کھلیانوں سے آپ کے پاس، آپ کے روبرو لے آؤں..... اپنے پھٹے پرانے کپڑے اور گھاس پھوس سے بنے جوتے پہنے، اس کی روشن آنکھیں، مسکراہٹ اور شیطانیت سے بھرپور اور اس کا سر ایک اعلیٰ وارفع بچگانہ غرور سے بھرا ہوا ..... یعنی وہ موثر پردہ یا کیموفلاج (Camouflatge) جو پختون اپنی غربت و ناداری اور احتیاج کو چھپانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

جی ہاں، میں چاہتا ہوں کہ اسے آپ کے پاس لے آؤں تا کہ وہ آپ سے باتیں کرے..... اپنے خوابوں اور جدوجہد کے بارے میں، اپنی محبتوں اور نفرتوں، دشمنیوں اور جنگوں، اپنی زمینوں اور مورچوں اور اپنی نئی رائفل اور پرانی بیبیوبوی کے بارے میں۔ آپ اعتراف کریں گے کہ میرا کام کافی دشوار ہے۔ اگر میں نہیں جانتا تھا کہ بات کہاں سے اور کیسے شروع کروں تو تعجب کی بات نہیں۔ لیکن میرے پاس ایک منصوبہ ہے۔ میں اس سے اس کے عشقیہ نغمے (Love Songs) آپ کو سنواؤں گا، تا کہ آپ ایک پختون کے دل کی دھڑکنوں اور زیر و بم سے آشنا ہو سکیں۔ وہ آپ کو اپنی ایک پریوں کی کی کہانی (Fairy Tale) سنائے گا، تا کہ آپ جان سکیں کہ پختون سردیوں کی طویل راتوں میں اپنے بچوں کو کیسی کہانیاں سناتے ہیں۔ وہ آپ کو اپنے گاؤں کا ایک واقعہ سنائے گا، تا کہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ پختون کن حالات میں اور کیسے زندگی گزارتے ہیں۔ وہ آپ سے چاند اور شفق اور ستاروں کی باتیں کرے گا، تا کہ آپ سمجھ سکیں کہ پختون عشق و محبت کس انداز اور کس شدت سے کرتے ہیں۔ وہ آپ کو اپنے رسوم و رواج کے بارے میں بتائے گا، تا کہ آپ اس کے قوانین کو سمجھ سکیں۔ وہ آپ کو اپنے علاقے کی ڈکیتیوں، قتل و جدال اور لڑائیوں

www.pdfbooksfree.pk

کے قصے سنائے گا، تا کہ آپ اس قوت کو جان اور سمجھ سکیں جو پختونوں کے تمام اعمال کے پیچھے کارفرما اور اس کی تمام زندگی میں رواں دواں رہتی ہے۔ وہ آپ کو اپنے پیروں، فقیروں اور ملاؤں اور ان کے دم درود اور تعویزوں کے بارے میں بتائے گا، تا کہ آپ اس کے دل و دماغ کی تاریکیوں سے آگاہ ہو سکیں۔ وہ آپ کے سامنے زندگی اور موت، نیکی اور بدی، صحیح اور غلط کے بارے میں اپنے خیالات سنائے گا، اور مجھے امید ہے کہ تب تک آپ پختون سے کسی حد تک واقف ہو چکے ہوں گے اور جب آپ اس کو جاننے لگ جائیں گے، تب میں آپ دونوں کے بیچ اپنی ناک گھسیڑ دوں گا اور پختون قوم کے بارے میں، اس کے ساتھ آپ کے تعلقات کے بارے میں اور آپ کے مستقبل سے اس کے تعلق اور اثرات کے بارے میں کچھ کہنے کی کوشش کروں گا۔ کیوں کہ یہ حقیقت چاہے آپ کو پسند ہو یا نہ ہو، پختون بہر حال آپ لوگوں کا ہمسایہ ہے اور ہمسایہ بھی وہ جو آپ کے گھر کے سب سے نازک اور حساس رخ پر آباد ہے..... یعنی وہ رخ جو روس کی جانب ہے۔

پختونوں کو جاننا اور سمجھنا آپ لوگوں کے لیے یوں بھی ضروری ہے کہ آنے والے سالوں میں اس سارے خطے میں رونما ہونے والے حالات و واقعات میں روس کے اثرات اور رائے کا بہت عمل دخل ہوگا۔

اچھا تو جناب، کیا میں آپ کے ہمسائے کا تعارف آپ سے کرادوں؟ پختون نہایت نفیس اور دیدہ زیب دستار اور عجیب و غریب قسم کی شلوار پہنتا ہے۔ آؤ کہ اسے ایک نظر دیکھ لیں۔ لیکن ایسا کرنے سے قبل بہتر ہوگا کہ ہم اس کی تاریخ، نسل اور آغاز کے بارے میں تھوڑا بہت جان لیں۔

www.pdfbooksfree.pk

باب نمبر(۲)

تاریخ

اکثر لوگ اس کی ناک کی ساخت کو دیکھ کر دعویٰ کرتے ہیں کہ پختونتون نسلاً یہودی ہے۔ چوں کہ وہ اسے کسی اور نسل کے ساتھ نہیں جوڑ سکتے اس لیے اس کا رشتہ بنی اسرائیل کے مشہور بارہ گم شدہ قبیلوں کے ساتھ جوڑ لیتے ہیں۔ پختونوں کی ساری زندگی، عقائد اور طرز عمل پر اسلام کے ناگزیر اثرات کے پیش نظر اس تاثر کو ایک تقویت بھی ملتی ہے لیکن ان سب کے باوجود وہ بنیادی اصول، جو عموماً پختون نوازوں کے فکر و عمل پر حاوی ہوتے ہیں (ان کا حکمران چاہے کوئی بھی ہو)، یہودیوں سے زیادہ قدیم سپارٹا والوں (Spartians) سے ملتے ہیں۔

مجھے پختون کی قدیم تاریخ، اس کی نسلی جڑوں اور آغاز کے بارے میں بہت تجسس رہا ہے۔ اس سلسلے میں جس قدیم ترین مورخ سے میں رجوع کر سکتا تھا، وہ وہی بوڑھا یونانی، ہیروڈوٹس (Herodotus) ہے جس نے جو کچھ سنا اس پر یقین کیا اور جن باتوں پر اسے یقین تھا، انہیں تاریخ کے نام سے لکھ ڈالا۔ ہیروڈوٹس پختونوں کی سرزمین کو "بیکٹریا" (Bectria) کے نام سے یاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہاں ایک سیاہ رنگت اور پست قامت قوم رہتی ہے جو سونے اور مصالحہ جات کا

www.pdfbooksfree.pk

دوبارتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ یہ لوگ اپنی زندگیاں خطرے میں ڈال کر بے آباد بیابانوں سے وہ سونا چرا کر لاتے ہیں جو کہ کتوں جتنی بڑی بڑی چیونٹیاں زمین کھود کر نکالتی اور وہاں جمع کرتی ہیں۔ ان زریں بیابانوں میں سورج کی گرمی اس قدر شدید ہوتی ہے کہ سوائے اونٹ کے، باقی جانوروں کیلئے نا قابل برداشت ہوتی ہے۔ پس اس عمر رسیدہ یونانی قصہ گو کے مطابق یہ دیو قامت چیونٹیاں صرف رات کے وقت اپنے کام میں مصروف رہتی ہیں اور جب دن کو سورج کی شدید حدت سے بچنے کی خاطر اپنے زمین دوز گھروں میں گھس جاتی ہیں تو بیکتیائی (Bectian) اونٹوں پر سوار سونے کے ڈھیروں پر پل پڑتے ہیں اور چیونٹیوں کا سونا لوٹ کر برق رفتاری سے واپس بھاگ جاتے ہیں تا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے ان آدم خور چیونٹیوں کے علاقے سے باہر نکل سکیں۔ مہربان ہیروڈوٹس ہمیں بتاتا ہے کہ ان میں اکثر تو ان مہمات میں مارے جاتے ہیں لیکن پھر بھی بہت سارے ڈھیروں سارا قیمتی سونا حاصل کر کے زندہ واپس آنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

ہیروڈوٹس کی اس دل چسپ داستان سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) کہ بیکتیائی یونانیوں سے بہتر جنگ جو نہ سہی لیکن ان سے بہتر دروغ گو ضرور تھے۔

(۲) کہ تجارتی حقوق اور قبضوں (Monopoly) کا نظام اس دنیا میں سکندر اعظم کے زمانے سے پہلے بھی موجود تھا۔

(۳) کہ یہ داستان اس نظریے کے حق میں واحد دلیل ہے کہ پختون نسلی طور پر یہودی ہیں۔

www.pdfbooksfree.pk

(۴) اور یہ کہ ہمارا پیارا بوڑھا ہیروڈوٹس مکمل طور پر سچا انسان تھا اور اسی لئے تاریخ کے صفحات میں سب سے زیادہ جھوٹ اسی نے محفوظ کئے ہیں۔

وہ لوگ جو آجکل ہیروڈوٹس کی اس مہم سرزمین پر بستے ہیں (ہیروڈوٹس کا علم جغرافیہ بہت کمزور دکھائی دیتا ہے۔ جیسا کہ عام طور پر اکثر گپ بازوں کا ہوتا ہے اور ہمارا یہ بوڑھا یونانی بھی ایک دل چسپ اور پر لطف گپ باز تھا۔ پھر بھی وہ یہ سب کچھ اس سنجیدگی سے کہتا ہے کہ آپ ہنسے بغیر نہیں رہ سکتے اور اس ڈھٹائی اور تیقن سے کہتا ہے کہ آپ حیران رہ جاتے ہیں) وہ نہ تو سیاہ رنگت والے ہیں اور نہ ہی پست قامت اور نہ ہی وہ تجارتی قبضہ گر (Monopolists) ہیں۔ اس کے برعکس، وہ بلند قامت، مضبوط وجود اور سرخ و سفید یا گندمی رنگت کے مالک ہیں اور قتل و غارت کو تجارت کے مقابلے میں بدرجہا بہتر اور معزز مشغلہ سمجھتے ہیں۔

بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہیروڈوٹس کے چند ہم وطن یونانی اس سرزمین پر بیکتیا کی وادیوں میں اور دریاؤں کے کناروں پر آباد ہوئے۔ بیکتیا کے باشندوں میں گھل مل گئے۔ ان کی زرخیز زمینوں کو اپنا لیا اور ان کی خوبرو دوشیزاؤں سے شادیاں رچالیں اور اپنے بچوں کو جنگ و جدال اور حوصلے، موت اور عظمت و جواں مردی کی کہانیاں سناتے یہاں رہنے لگے۔ کیوں کہ پختون آپ کے ہاتھوں ساری زیادتیاں برداشت کرسکتا ہے۔ بشرط یہ کہ وہ بہادری اور جواں مردی سے کی گئیں ہوں۔ پختونوں کے اکثر گاؤں آج بھی یونانی نام رکھتے ہیں۔ ان کے قبائل میں اکثر یونانی رسم و رواج پائے جاتے ہیں۔ یونانیوں کی مانند پختون ایک بہترین شاعر اور زبردست جنگ جو ہے اور یونانیوں ہی کی مانند پختونوں کی تمام لڑائیاں اور جھگڑے

www.pdfbooksfree.pk

عموماً عورت کے گرد گھومتے ہیں۔

پختون اپنی کوئی تحریری تاریخ نہیں رکھتے۔ البتہ ان کا وطن ہزاروں سال کے قدیم آثار سے بھرا پڑا ہے جن کے پتھر آج بھی اس وطن اور یہاں کے باسیوں کی قدیم داستانیں انہیں سناتے ہیں جو سننا چاہتے ہیں۔

پختون سرزمین پر جو قدیم ترین آثار نظر آتے ہیں وہ واضح طور پر یونانی دور سے قبل کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ آثار اپنے موضوعات، خیالات اور اسلوب و انداز میں ہندوستان کے اتر پردیش اور اڑیسہ صوبوں میں پائے جانے والے قدیم آثار سے بڑی حد تک مماثل ہیں۔ مثلاً ان سے نکلنے والی دیوی دیوتاؤں اور گڑیوں گڈوں (وہ دو چیزیں جنہیں انسان اکثر آپس میں گڈمڈ کر لیتا ہے) کی مورتیوں کی صورتیں اور ناک نقشہ۔

لیکن جب ہم بدھ اور یونانی بدھائی (Greco-Budhist) ادوار کی طرف آتے ہیں تو اس دور کی گڑیوں، بادشاہوں، ولیوں اور خود مہاتما بدھ کی مورتیوں کے خدوخال آج کے پختونوں سے بڑی حد تک مشابہت رکھتے ہیں۔ شاید آج کے پختونوں کے مزاج کی سختی اور جنگ جویانہ پن دراصل صدیوں پر محیط بدھ مت کے فلسفۂ عدم تشدد اور امن و آشتی کے عقیدے کے خلاف ان کا فطری ردعمل ہو۔

نسلی طور پر پختون واضح طور پر یونانی ہیں لیکن ان میں دوسری قوموں کا بھی ملاپ ہوا ہوگا۔ وہ دوسری قومیں کون تھیں؟ میں نہیں جانتا نہ ہی میں یہ جاننے کیلئے زیادہ فکر و تردد کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ پختون پانچ ہزار سال پہلے کون تھا اور کیسا

www.pdfbooksfree.pk

تھا؟ میری نظر میں خالص تاریخی معلومات کے علاوہ اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ مسلمان بننے سے قبل پختون بدھ مت کا اور بدھ مت سے پہلے ہندومت کا پیروکار رہا تھا۔ ان ہزاروں لاکھوں مورتیوں اور مجسموں کے باوجود، جو کہ اس نے مہاتما بدھ کی عقیدت میں اپنے ہاتھوں سے تراشے تھے، میں حیران ہوں کہ پختون کیسا بدھسٹ رہا ہوگا؟ کیوں کہ پختون ایک بہترین نشانہ باز اور زبردست جنگ جو لیکن ایک برا سپاہی ہے۔ پختون اپنی فطرت اور مزاج میں اس قدر بے باک اور آزاد منش ہے کہ وہ کسی بھی پیغمبر کا مثالی پیروکار نہیں بن سکتا۔ پس شائد پختون ایک اچھا آرٹسٹ اور سنگتراش لیکن بدمست رہا ہوگا۔

پختون اور کچھ بھی ہو، وہ یہودی النسل بہر حال نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آپ ایسا یہودی کہاں پائیں گے جو سرد و تاریک شاموں میں آگ کے گرد بیٹھ کر اپنے بچوں کو عزت اور غیرت، جنگ و قتال، شجاعت و جواں مردی اور عزت و ناموس کی کہانیاں سناتے ہیں؟ نسلی طور پر شائد پختون ان تمام نسلوں کے خوش گوار امتزاج کا شہکار ہو جو ایشیاء کے دل (یعنی افغانستان اور وسطی ایشیائی علاقوں) سے اٹھیں اور ہندوستان پر حملہ آور اور فاتح ہوکر وہاں آباد ہوتی رہیں۔ یعنی یونانی، ایرانی، منگول اور ترک وغیرہ۔

اور ان تمام قوموں نے اپنے اپنے عقائد، مذاہب، افکار، خوبیاں، خامیاں اور اپنے نغمہ ہائے عشق و محبت دے کر پختون قوم کے مزاج اور نفسیات کی مل کر تشکیل کی ہے۔ اس کا مزاج اس کے لباس کی طرح باوقار اور دل چسپ و عجیب ہے۔ اسے جنگ و جدال سے محبت ہے لیکن وہ سپاہی یا فوجی بننے سے نفرت کرتا ہے۔ پختون

www.pdfbooksfree.pk

موسیقی سے عشق کرتا ہے لیکن سازندوں اور مغنیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ حد درجہ پیار کرنے والا ہمدرد و مہربان ہے لیکن اس کا اظہار کرنے سے شرماتا اور کتراتا ہے۔ وہ عجیب و غریب اصول اور انوکھے تصورات رکھتا ہے۔ پختون کے خون میں جوش اور گرمی اور اس کے سر میں سرکشی اور سرمستی ہوتی ہے اور وہ غریب اور نادار لیکن مغرور اور وفادار ہوتا ہے۔ اب اگر یہ یہودیوں کی خصوصیات ہوں تو پھر یقیناً پختون یہودی ہیں..... ناک تک یہودی۔

میرے خیال میں پختون کو سمجھنے کا بہترین طریقہ یہ ہوگا کہ اس کی قدیم نسلی تاریخ کو ایک طرف رکھ کر یہ دیکھا جائے کہ آج وہ کیا ہے اور کیسا ہے؟ آج کا پختون نہ تو یہودی ہے اور نہ ہی یونانی بلکہ وہ آپ کا ایک ایسا سادہ دل لیکن متلون مزاج ہمسایہ ہے جو آپ کا پیارا اور پرخلوص دوست بھی بن سکتا ہے اور انتہائی خطرناک جانی دشمن بھی۔ دراصل پختون ان دو انتہائی جذبوں کے بیچ کسی مصلحت پسندانہ اور مناسب میانہ روی کو نہیں جانتا۔ یہی اس کی سب سے بڑی خوبی بھی ہے اور اس کی سب سے بڑی خامی اور کمزوری بھی۔

www.pdfbooksfree.pk

باب نمبر(۳)

لوک گیت

لوک گیت ایک قوم کا روحانی عکس (A spiritual self-portrait) ہوتا ہے۔ بشرط یہ کہ وہ قوم اس قدر قدیم (Primitive) ہو کہ ایمانداری اور سچائی سے یک سر محروم نہ ہو چکی ہو۔ فکر و احساس میں ایمان دار اور سچا ہونا آسان ہوتا ہے..... اور انسان ایسا کیے بغیر رہ بھی نہیں سکتا..... لیکن اس کے ننگے اور بلا جھجھک اظہار اور اعتراف میں سچا اور ایمان دار ہونا بہت ہی مشکل کام ہے۔ خاص کر ان لوگوں کے لیے جو تہذیب یافتہ اور متمدن ہوتے جا رہے ہوں۔ جب گانے والے کی نظریں اپنے محبوب کے حسین چہرے سے زیادہ سننے والوں کی طرف رہتی ہوں، یہ وہی وقت ہوتا ہے جب موسیقی اور ساز و آواز پر روایت غالب آ جاتی ہے اور جذبات و احساسات شریعت اور اخلاقیات کے مطیع ہو جاتے ہیں اور حرص و ہوس کو عشق و محبت کا نعم البدل سمجھ لیا جاتا ہے۔

پس اگر پختونوں کے لوک گیت (Folk songs) آپ کی نازک سماعتوں کو قدرے زیادہ بے باک، تہذیب و تمدن کے مصنوعی رنگ و روغن سے عاری اور فطری محسوس ہوں تو یہ مت بھولئے گا کہ پختون بلند و بالا کہساروں کے درمیان اپنی

www.pdfbooksfree.pk

حسین اور تنہا وادیوں اور میدانوں میں آباد اپنے چھوٹے گاؤں اور دیہاتوں میں آج بھی ایک انتہائی سیدھی سادھی قدیم اور دنیا کی جدید تہذیبی و تمدنی اثرات سے پاک زندگی گذارتے ہیں اور چونکہ وہ ہمیشہ اپنے دوسرے وار اور نئے شکار کی فکر میں غلطاں رہتے ہیں اس لیے اُن کے پاس مہذب اور مودب ہونے کے لیے فارغ وقت نہیں ہوتا۔

اچھا چلئے پختونو ں سے روبرو ملاقات کر نے کے لیے سرسبز و بلند کوہساروں میں گھری ان کی ایک دل فریب وادی، وادیٔ دیر چلتے ہیں۔ وہ رہا ایک پختون! دیکھو، وہ ہماری طرف ہی آ رہا ہے۔ اس کا قد نکلتا ہوا اور جسم متوازن اور خوب صورت ہے۔ اس کے سر کے بال لمبے اور گھنگھریالے ہیں۔ جنہیں خوب تیل لگا کر اور کنگھی کر کے اس نے ایک شوخ سُرخ رومال میں لپیٹ کر یوں باندھ رکھے ہیں جیسے وہ عظیم سیزر (Julius ceaser the great) کا تاج ہو۔ اس نے اپنے گھنگھریالے بالوں میں حسین کوہستانی پھول سجا رکھے ہیں اور آنکھوں میں سرمہ لگا یا ہوا ہے۔ اس کے ہونٹ اخروٹ کے درخت کی چھال کے دنداسے سے لال کئے ہوئے ہیں۔ وہ ہاتھوں میں ستار اور کندھے پر رائفل لٹکائے چلا آ رہا ہے۔ پہلی نظر میں شائد آپ کو اس میں ایک زنانہ سی رنگینی و شوخی محسوس ہو لیکن یہ تب تک ہو گا جب تک آپ اس کی آنکھوں میں نہ جھانک لیں۔ اس کی آنکھیں روشن، شوخ، صاف، مردانہ اور سرکش و مغرور ہوتی ہیں۔ وہ ڈر اور خوف نہیں جانتیں اور اکثر اتنا عرصہ زندہ بھی نہیں رہ پاتیں کہ ڈر اور موت کی ہیبت سے آشنا ہو سکیں۔ وہ اپنی سُرمے سے سیاہ آنکھوں اور دنداسے سے لال ہونٹوں کی بہت بھاری قیمت ادا کرتا ہے۔ پختونوں

www.pdfbooksfree.pk

کے اس بہادر ترین قبیلے کا یہ بیٹا جنگ میں کبھی بھی آڑ لے کر چھپنا اور وار کرنا پسند نہیں کرتا۔ اور جب کبھی گولیوں کی خونی بارش میں اسے خوف محسوس ہوتو وہ ہمیشہ ہنستا، قہقہے لگاتا اور نغمے گاتا ہوا لڑتا ہے۔ یہ جلد ہی کسی نہ کسی لڑائی میں لڑتے ہوئے مارا جائے گا۔ یہ دلیر اور رعنا اور تنومند نوجوان ..... کیوں کہ وہ صرف شدید محبت کرنا اور ہنسنا اور لڑنا جانتا ہے، اور کچھ نہیں جانتا۔ دراصل اسے اس کے علاوہ اور کچھ سکھایا ہی نہیں گیا ہوتا۔

چلو آؤ، اس پختون کا ایک لوک گیت سنتے ہیں۔

گیت:

پھول تمہاری عنبریں زلفوں میں قطار میں سجے ہوئے ہیں
اور تمہاری آنکھیں نرگس کے پھولوں کی طرح پاکیزہ ہیں
اے میرے بے بہا، بے مثل خزانے!
اے میری زندگی، میری روح!
اے میرے کوہستانی پھول!
تم ہی میرا ستارۂ صبح گاہی ہو
تم میرے لئے کھلا ہوا دامن، کوہسار کا پیارا پھول ہو
تم بلند پہاڑوں کی چوٹیوں کی سفید پاکیزہ برف ہو
تمہاری ہنسی میں آبشاروں کی ہنسی گونجتی ہے
تمہاری سرگوشیاں نسیم شب کی مانند نرم ولطیف ہیں
اے سیب کے درخت کی لچکیلی پھول دار ٹہنی،

www.pdfbooksfree.pk

تیری آنکھوں میں چاند کی یہ
درخشاں چاندنی کس نے انڈیلی؟
او میری ننھی منی، نازک بدن تتلی،
آؤ ہمیشہ کے لیے میرے دل میں بس جاؤ۔"

اور بہت دور نیچے دریا کے کنارے والے کھیت سے ایک نوجوان دوشیزہ کی کھنکتی، کومل آواز بلند ہوتی ہے اور بظاہر اپنے باپ کے باغ کے درختوں سے مخاطب ہو کر گانے لگتی ہے:

گیت:

"او میرے محبوب! میری جان!
میرے لئے ایلم پہاڑ کی بلند چوٹی پر
ایک چھوٹا سا جھونپڑا بنا دو
میں زرین جنگلی تیتری کی طرح،
گاتی اور ناچتی ہوئی آؤں گی،
تمہارے پاس تمہاری جھونپڑی میں بسنے کے لیے

پختون رومان کی کہانی یوں شروع ہوتی ہے۔ پھر وہ نوجوان جا کر کسی سے کہ دیتا ہے کہ وہ جا کر اس کے ماں باپ سے کہ دے۔ اور اگر بالفرض دونوں کے گھر والے بھی افراد اس رشتے پر راضی ہوں اور باقی بھی سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو۔ (جیسا کہ بہت کم ہوتا ہے) تو پھر اس نوجوان کی ماں اپنے جگر گوشے کے لیے وہ حسین تیتری ڈولی میں بٹھا کر گھر لانے کے لیے تاریخ مقرر کرنے جاتی ہے۔ اس دن لڑکے کے

www.pdfbooksfree.pk

خاندان کی ساری لڑکیاں اور جوان دوشیزائیں ڈھیر سارا بناؤ سنگھار کر کے اور اپنے بہترین کپڑے پہن کر دلہن کے گھر جاتی ہیں۔ مہندی میں رنگے دو سفید اور جوان، اور گداز ہاتھ دف بجانے لگتے ہیں۔ تب ہنسی مذاق اور قہقہے تھم جاتے ہیں اور گیت شروع ہوتا ہے۔

گیت:

ہمارا دلہا چنار کی مانند بلند قامت ہے
اور ہماری دلہن حسین پھولوں کی ایک ڈالی
دلہن کے سر پر ایک زرین شال ہے
اور اس کی نازک ٹھوڑی پر ایک پیارا خال
لیکن اس کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں
اے ویراں گاؤں میں آگ لگانے والے پھولوں کے باغ
ہو! ہو! دولہا چنار کی مانند بلند قامت ہے
اور دلہن حسین پھولوں کی ایک ڈالی

اور پھر ان دونوں کی شادی ہو جاتی ہے اور وہ آپس میں والہانہ محبت اور خوشی سے رہنے لگتے ہیں۔ کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ وہ زیادہ عرصے تک ایک ساتھ نہیں رہ پائیں گے۔

ایک دن یہ رعنا جوان گھر سے نکل جاتا ہے اور پھر کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔ وہ ہنستے مسکراتے اس گولی کی زد میں آ کر مر جاتا ہے جو کہ اس کے قبیلے کے کسی ہم خون نے چلائی ہوتی ہے۔ وہ مر جاتا ہے اور اپنی نوجوان بیوہ کے پاس وراثت میں والہانہ

www.pdfbooksfree.pk

خوشی اور بے محابا محبت کے چند لمحات کی یادیں، دو تین بچے اور عمر بھر کا غم، روگ اور عذاب چھوڑ جاتا ہے۔ اس کی جوان بیوہ اس کی بندوق اور ستار اس کے بیٹوں کیلئے کمرے کی دیوار کے ساتھ لٹکا کر محفوظ کر لیتی ہے۔ بے چاری جوان پختون بیوہ! اکثر کسی اداس شام کو کوئی محبت بھرا گیت سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں لیکن وہ انہیں پی لینا اور چھپا لینا سیکھ لیتی ہے۔ وہ اپنے بڑے بیٹے سے پرستش کی حد تک پیار کرتی ہے.....اس لیے کہ اس کی صورت اپنے باپ سے بہت ملتی ہے اور وہ اپنے چھوٹے بیٹے کی بھی بے اندازہ شیدائی ہوتی ہے.....اس لیے کہ وہ مسکراتا بالکل اپنے باپ کی طرح ہے۔ جب وہ سردیوں کی یخ بستہ سیاہ اور تنہا، اداس شاموں میں اپنے خاموش اور ویراں گھر میں آگ کے گرد بیٹھے اپنے معصوم بچوں کی آنکھوں کو دیکھتی ہے اور پھر ان کے پاس خالی جگہ کو دیکھتی ہے، تو اس کا دل اور اس کی اداس آنکھیں اس کے تصور میں کھو جاتی ہیں جواب وہاں نہیں ہوتا۔ ''ہمارا باپ کیسا تھا، ماں؟'' اس کے بچے اس سے پوچھتے ہیں۔ وہ جواب میں اپنے بچوں کو یہ نہیں کہہ سکتی کہ تمہارا باپ ایک قابل ڈاکٹر یا انجینئر، ایک عظیم فلسفی یا کوئی بڑا عالم یا مولانا تھا۔ پس وہ ان سے کہتی ہے ''تمہارا باپ ایک بے حد خوبصورت اور وجیہہ نوجوان، ایک اچھا انسان، ایک دلیر جنگجو اور ایک ننگ و ناموس والا مرد تھا۔ تمہارا باپ، میرے بچو، ایک پختون تھا۔''

اور پھر وہ مدہم، اداس، پرسوز آواز میں وہ گیت گنگنانے لگتی ہے جو اس قبائلی لڑائی کے بارے میں کہا گیا تھا۔ جس میں ملی زئی قبیلے کے جوانوں نے علی زئی قبیلے کو شکست دی تھی.....وہ قبیلوی جنگ جس میں ان کا باپ اپنے تین بھائیوں اور پانچ چچا زادوں کے ہمراہ لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔ وہ گاتی ہے:

www.pdfbooksfree.pk

گیت:

وہ ایک منحوس اور بھیانک دن تھا،
انتہائی یخ بستہ، خاموش، تاریک!
وہ بہار کا آخری دن تھا
اس دن حکیم خان اور اس کے بہادر جنگجو جوانوں نے،
علی زئیوں کے بادشاہ کے قلعے کو فتح کیا
ایک پیام برآیا اور گاؤں گاؤں پھرا،
ہمارے قبیلے میں گھر گھر گیا،
اور ملی زئیوں کے جوانوں کو بلایا
جنگ اور عظمت اور بہادری اور موت کی طرف
اور ہمارے مردوں نے ہتھیار اٹھا لئے
ان کی عورتیں ان کی منتیں کرتیں
اور ان کی مائیں روتیں، فریاد کرتیں، چیختیں رہیں
جنگ کیلئے جانے والے مرد اپنے کھیلتے کودتے بچوں کی طرف دیکھتے
اور دانت پیس کر قسمیں کھاتے اور آہیں بھرتے
اور اس روز بھائی اپنے بھائی کی آنکھوں میں جھانکتا، تو دیکھتا،
کہ وہ بھی وہی کچھ محسوس کر رہا ہے
عورتیں اور لڑکیاں واویلا اور منتیں کرتی رہیں
مائیں روتی، چیختی اور اپنے سر ننگے کرتی رہیں،

www.pdfbooksfree.pk

اور مرد؟.....وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے،
اور گھروں سے نکل کر جنگ کے میدانوں کی طرف چلے

اور چھوٹے چھوٹے بچے رو رو کر اور چیخ چیخ کر،
اپنے ننھے منے دلوں اور ننھے منے ہاتھوں سے،
اپنے باپوں اور اپنے چچاؤں اور اپنے بھائیوں کو پکارتے رہے
اور اپنی ماؤں اور بہنوں کو اور زیادہ رلاتے رہے
بچے کب سمجھتے ہیں!

اور جنگجو جوانمرد ''ہزارو'' کی وادی سے گزرے
اور ''نرو'' کے پہاڑ کی چوٹیوں تک پہنچے
وہ ہنسی اور خوشی اور امید اور کل کے نغمے گاتے رہے
اور موت اور وحشت کو ٹھٹھول بازی اور ہنسی مذاق میں چھپاتے رہے

علی زئیوں کا سردار جھکا
اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بوسہ دیا
وہ توانا اور دلیر، سرکش اور مغرور تھا
''میں مغروروں اور سرکشوں کو مطیع کر لوں گا
اور زور آوروں کو فنا کر دوں گا

www.pdfbooksfree.pk

کیونکہ میں سب سے زیادہ مغرور اور زور آور ہوں
میں ان احمقوں، ان شیطانوں کو ختم کر دوں گا،
چالاکی اور بارود اور موت سے۔"

ملی زئی مرد اور جوان دلیر اور جنگجو تھے
وہ خطروں اور موت اور سرداروں اور بادشاہوں پر ہنستے تھے
وہ آگے بڑھتے رہے..... گاتے اور قہقہے لگاتے ہوئے
اور جنت اور دوزخ اور حوروں کے بارے میں سوچتے ہوئے
اور بہاروں اور پھولوں اور تتلیوں کے بارے میں سوچتے ہوئے،
وہ گاتے، "خدا کو وہ مرد اچھا لگتا ہے
جو ہنستا اور گاتا اور مسکراتا ہوا مر جائے
بزدل لرزتے اور کانپتے اور روتے ہیں
اور بہادر شہید ہو کر جنت پہنچ جاتا ہے"

حکیم خان اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بولا:
"اے بہادر ماؤں اور دلیر باپوں کے بیٹو!
مردانگی اور غیرت کی آزمائش کا دن
آخر کار آج آ گیا ہے
آج وہ دن آ گیا ہے کہ تم دکھا دو

www.pdfbooksfree.pk

کہ تم آگ اور سچائی کی اولاد ہو
آج آخر کار وہ دن آ پہنچا ہے کہ تم
اپنا سب کچھ لٹا دو، قربان کر دو،
اپنا سب کچھ..... اپنے خواب اور اپنا گرم سُرخ خون،
اپنی حسین جوانیاں اور اپنی زندگیاں..... اپنا سب کچھ!''

آہ اے دوست! رباب کے تار چھیڑ دے
غمگین و ملول نغمے گا اور حکیم خان کیلئے دعا کر،
جو بہادروں کی طرح زندہ رہا،
گاتا اور ہنستا اور مسکراتا اور محبت کرتا رہا
اور جو مردوں کی طرح مرا
اور اپنے لئے ''شاہ مرداں'' کا خطاب جیتا
اس نے اپنے بہادر جوانوں کی مدد سے
آتش و آہن، چیخ و پکار اور خون کے فواروں کے بیچ،
دشمن کے قلعے کو فتح کیا
اس نے دشمن سردار کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا
اور اس کے شہر کو جلا دیا
اور اس کی چودہ بیویوں کی ساتھ شادی رچائی
اور اس دن سات سو جنازے ایک ساتھ نکلے

www.pdfbooksfree.pk

ہر لاش کسی کا دوست، کسی کا پیارا، ایک انسان
اور اس دن سات سو بچے ایک ساتھ بھاگے،
تا کہ اس بہادر، اس پختون کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں،
اسے پیار اور عقیدت دیں اور عزت کے ساتھ رخصت کریں،
اسے جو، ان کے لیے نغمے اور مسکراہٹیں لے کر آیا تھا
اور جس نے انہیں نغموں اور مسکراہٹوں اور زندگی
اور موت اور موت کے بعد کے بارے میں سوچنا سکھایا تھا

پختون ایک نرم اور محبت بھرا دل رکھتا ہے لیکن وہ اسے ظاہری طور پر درشت حلئے اور سخت رویئے کے پیچھے چھپا کر رکھتا ہے۔ وہ ایک بہترین جنگجو ہے اور اسی کی طرح اپنی کوئی بھی نرمی یا کمزوری ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ ''اتنے میٹھے بھی نہ بنو کہ لوگ تمہیں نگل جائیں،'' پختون محاورتاً کہتے ہیں۔ 'اور اتنے کڑوے بھی نہ بنو کہ لوگ تمہیں دور تھوک دیں۔'' پس وہ اپنی ذات کی نرمی و شیرینی کو تلخی اور درشتگی کی چادر میں چھپا کر رکھتے ہیں..... یعنی سیدھی سادی خود حفاظتی کی ایک تکنیک

(self-preservation, pure and simple)

پختون کا وحشی و سرکش مزاج، متلون طبیعت، مضبوط و توانا جسم اور نرم و شفیق دل ایک کامیاب اور پرسکون زندگی گزارنے کے لیے ایک موزوں امتزاج ہرگز نہیں ہے۔ لیکن شعر و نغمہ، رقص و سرود اور رنگ و تصویر کی دنیاؤں کیلئے یہ ایک بہترین امتزاج ہے۔ وہ اپنی صورت درشت اور اپنا رویہ سخت رکھتا ہے تا کہ آپ اس کی

www.pdfbooksfree.pk

آنکھوں کی نرمی اور گداز کو نہ دیکھ سکیں۔ ایک پختون یہ تو برداشت کر لے گا کہ آپ اسے وحشی گنوار یا بد معاش سمجھیں لیکن یہ بات ہرگز پسند نہیں کرے گا کہ کوئی اسے اپنی پیاری بیوی کی محبت اور یاد میں آنسو بہاتا دیکھ لے۔ اس کا باپ اور اس کی ماں اسے بچپن ہی سے زندگی کی سختیوں اور تلخیوں سے آشنا کرتے اور ان کا عادی بناتے ہیں۔ وہ اس سے کہتے ہیں، ''فاختہ کی آنکھیں بہت حسین اور پیاری ہوتی ہیں لیکن یہ ہوا اور یہ وسیع نیلگوں فضا عقابوں ہی کی جولاں گاہ ہے۔ پس اے بیٹے، اپنی فاختہ جیسی نرم و گداز آنکھوں کو چھپاؤ اور عقاب جیسے ناخن اور پنجے بڑھاؤ۔'' یوں پختون بچے بڑے ہو کر عقاب بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھی کسی حسین شام کی رومانوی خاموشی میں وہ اپنی زندگی کے سب دکھ اور ساری سختیاں بھلا کر ایک فاختہ یا کوئل کی طرح کوکنے لگتا ہے:

گیت:

''اے انسانی حسن و جمال والے پھولوں
اے نرم و لطیف روشنی سے بھرپور آنکھوں
اے مخمور و مدہوش کر دینے والے سُرخ ہونٹوں
آہ اے دیوانہ کر دینے والے لعلیں لب و رخسار
اے اللہ تو نے حسن کو،
خود اپنی ذات سے نور اور نغمہ عطا کیا
اور میری محبوبہ کو تو نے ہنسی کے بدلے
سُرخ اور سفید گلابوں کا روح پرور باغ دیا

www.pdfbooksfree.pk

اے خدا تو نے ہی عشق کو

باشاہوں کا دل اور سمندروں کا زور بخشا

اے خدا تو نے ساز کو آواز اور رنگ

اور دعا جیسی لطیف نرمی کیوں دی؟

اور مجھے غموں، عذابوں اور ارمانوں کا ایک جہاں بخش دیا

اور میرے دل کو گداز اور محبت

وجد، مستی اور حیرت سے بھر دیا

اور پھر اسے خوابوں سے لبریز آنکھیں بخشیں

اور حسن اور آسودگی سے بھرپور آنکھیں

جن میں کبھی چاندنی کا درخشاں سیلاب اُمڈ آتا ہے

اور کبھی شام کے سیاہ سرمئی سائے گھر آتے ہیں

اور کبھی امیدوں اور آرزوؤں سے چھلک پڑتی ہیں،

شفیق اور محبت کرنے والی، مہربان اور مغرور

اے دوزخ اور قیامت اور عذاب کے رب!

اے گھنگھریالی زلفوں، لعل و جواہر اور لطیف نغمے کے رب!

اے محبت اور حسن اور جوانی اور جنون و دیوانگی کے خدا!

اے تتلی کی لطیف و پاکیزہ محبت کے خدا!

اے نرگس اور؟.....اور سُرخ گلاب کے خالق!

اے حسین پھولوں کے لطیف تصور کے حسین خدا!

www.pdfbooksfree.pk

اور اے خوشگوار بادِ نسیم اور شیریں بوسوں اور موسیقی کے خالق!
تو آخر کیوں ہر حسن کو
آخر کار شہر خاک و دھول میں بدل ڈالتا ہے؟
اور محبوب جاناں کو کس لئے
اپنی ذات سے نغمہ اور نور عطا کرتا ہے؟

بے چارہ پختون! جو کچھ اس کا دل چاہتا ہے، اس کی روشنی میں وہ ان باتوں کو بالکل نہیں سمجھ پاتا جو اس کے گاؤں کی مسجد کا ملا صاحب اسے بتاتا رہتا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے پختون کے لوک گیتوں کے معنی اور مفہوم کا نقشہ کھینچنے کی کوشش کی ہے لیکن میں آپ کو ان کی روانی اور آہنگ (Rythm and flow) پختون لوک گیتوں کے دو اہم ترین اجزاء..... بالکل نہیں دکھا پایا اور نہ ہی میں ایسا کر سکتا ہوں۔ آپ لوک گیتوں کو محض پڑھ کر کبھی نہیں سمجھ سکتے۔ اس کے لیے آپ کو انہیں سننا اور دیکھنا پڑے گا۔ آپ محض کسی کی زبانی سن کر ریشم کی ملائمت و نفاست کو نہیں جان سکتے۔ ریشم کی ملائمت اور نفاست کا صحیح احساس اور ادراک آپ کو صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب آپ کوئی نفیس ریشم کا کپڑا اپنے ہاتھوں سے چھو کر، انگلیوں میں مل کر اور اپنے رخسار کے ساتھ مسل کر دیکھیں گے۔ اس لیے اگر آپ واقعی پختونوں کے لوک گیتوں کو سمجھنا اور سننا چاہتے ہوں تو اس کے وطن میں بہنے والے بہت سارے دریاؤں میں سے کسی بھی دریا کے کنارے چلے جایئے..... بہتر ہوگا کہ شام کے وقت، جب لڑکیاں پانی بھرنے جاتی ہیں اور نوجوان عاشق اس امید پر آس

www.pdfbooksfree.pk

پاس منڈلاتے رہتے ہیں کہ انہیں کسی طور دیدار یار کی صورت میں امیدوں، آرزوؤں اور امنگوں کی روزانہ کی خوراک مل جائے گی ..... یہی وہ واحد شراب ہے جو پختون بلا ناغہ اور والہانہ پیتے ہیں۔

میں نے آپ لوگوں کو پختون لوک گیتوں سے آشنا کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن اس کی جگہ میں آپ کو محض ایک بچگانہ سی لوسٹوری سنانے لگ گیا اور لوسٹوری بھی اس قدر روایتی اور دقیانوسی جس کا اختتام شادی اور بچوں پر ہوتا ہے۔ اس کے لیے میں معذرت چاہتا ہوں لیکن کیا کروں؟ میں بھی تو ایک پختون ہوں اور پختون ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ شادی کے بغیر محبت کی نہ سوچ سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس محبت کی قیمت اسے اپنے سر کی صورت میں چکانا پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پختونوں کی تمام عشقیہ شاعری ان عاشقوں کے بارے میں ہے جنہوں نے بغیر شادی کی محبت کرنے کی جرأت کی تھی۔

دنیا میں ہر جگہ اگر آپ کوئی روایت یا قانون توڑیں گے تو معاشرہ آپ کا پیچھا کرے گا تا کہ آپ کو اس قانون شکنی سزا دے۔ لیکن ایسا کرنے کی جرأت کرنے پر معاشرے کے لوگ آپ سے محبت اور آپ کی پوجا بھی کریں گے۔ اکثر انسانوں میں یہ ایک عجیب خاصیت، ایک عجیب تضاد ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو نہایت مذہبی اور عابد و زاہد بھی ظاہر کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی وہ سرکش اور باغی بت شکنوں سے ایک رشک آمیز محبت اور ان کی پوجا بھی کرتے ہیں۔

پختون ہر شام عشق و محبت کے گیت گاتے اور سنتے ہیں لیکن اپنی بہن بیٹی کے عاشق کو خبر ملتے ہی بے دریغ گولیوں سے بھون ڈالیں گے۔ آپ اعتراف

www.pdfbooksfree.pk

کریں گے کہ یہ ایک عجیب اور متضاد رویہ ہے۔ لیکن یہ آپ کے اس رویئے سے کچھ زیادہ عجیب نہیں ہے کہ آپ معمولی چور کو تو پھانسی پر چڑھا دیتے ہیں جبکہ ایک تاجر کو آپ لوگ عزت اور احترام دیتے ہیں۔ انسانوں کی یہ عجیب خو رہی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو تو مصلوب کر دیتے ہیں لیکن (Pilate) کے اعزاز میں عشائیہ دیتے ہیں۔ آپ کو دنیا کی کسی قوم میں قانون کے متعلق نغمہ ہائے عشق (Love-song) کبھی نظر نہیں آئیں گے۔ شائد ہی کبھی کسی شاعر نے اپنے دس بچوں کی ماں کے نام کوئی رومانوی گیت لکھا ہو۔

پختون بھی وہی احساس اور ویسا ہی اخلاقی رویہ رکھتے ہیں جیسا آپ لوگ رکھتے ہیں۔ دراصل اپنی ناداری کے باعث وہ اس مہنگی آسائش کی استطاعت نہیں رکھتا جسے آپ لوگ جیل اور پولیس سٹیشن کہتے ہیں۔ وہ البتہ ایک بندوق اور ایک کارتوس کی استطاعت ضرور رکھتا ہے۔ احساس اور جذبہ دونوں صورتوں میں ایک ہی کارفرما ہوتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ پختون اپنے احساس اور جذبات کا زیادہ شدت اور قوت سے اظہار کرتا ہے۔ اس لیے کہ وہ زیادہ غریب اور زیادہ کمزور ہے۔ وہ اپنے گھر آئے (Pilate) کو جن ریکیٹی (Gin Rickety) جیسی اعلیٰ شراب پیش نہیں کر سکتا۔ پس وہ اسے اپنے کھیت کے تربوز کی ایک قاش پیش کر دیتا ہے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ لیکن جب کسی اداس لمحے میں وہ بے اختیار عشق و محبت کے گیت گانے لگتا ہے تو اس سے اس کی آنکھیں بھی ویسی ہی نرم، گداز اور خوابناک ہو جاتی ہیں جیسے آپ یا اور لوگوں کی۔ کیونکہ عشق و محبت اور خواب اتنے ہی عالمگیر ہیں جتنا کہ چیچک کا مرض یا حسین پریاں۔

www.pdfbooksfree.pk

باب نمبر (۴)

ایک واقعہ

وادیٔ پشاور میں زمستان کی شامیں یخ بستہ اُداس اور رازوں بھری ہوتی ہیں اور راتیں سرد، سیاہ اور سرگوشیوں سے معمور ہوتی ہیں۔ ان میں انسان کا دل چاہتا ہے کہ کسی مٹی کے بند کمرے میں لکڑیوں کی آگ کے گرد بیٹھ جائے، روشن الاؤ میں آگ کے شعلوں کا والہانہ رقص دیکھے اور خاموشی سے خوابوں، یادوں اور حقیقتوں کا آمیزہ بنا تا رہے۔

وہ ایک ایسی ہی یخ بستہ زمستانی رات تھی اور میں معمول کے مطابق لپکتی، مچلتی، چیختی آگ کے قریب اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک باہر مجھے اپنے ایک پرانے اور بہت پیارے دوست، مرتضٰی خان کی آواز سنائی دی۔ ''ارے خان! کہاں ہو تم؟''، وہ پچاس گز دور ہی سے چلایا، ''آؤ آؤ، اندر آجاؤ دوست۔'' میں نے اُٹھ کر اس کیلئے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ اس کے دو باڈی گارڈز مجھے سلام کر کے جا کر میرے آدمیوں کے پاس بیٹھ گئے۔ مرتضٰی اندر آ گیا۔ اس کا قد درمیانہ اور جسم دبلا پتلا تھا۔ اس کا سر لمبا اور بڑا تھا اور پیشانی کافی زیادہ کشادہ تھی۔ اس پر پہلی نظر پڑتے ہی آپ کی توجہ اس کے دبلے پتلے اور سختی سے بھنچے ہوئے ہونٹوں، چالاک اور شکی مزاج

www.pdfbooksfree.pk

آنکھوں، قدرے لمبے دانشورانہ سر اور اس کے کندھے سے لٹکتے ہوئے پستول پر مبذول ہو جاتی تھی۔ اس کے کپڑے زیادہ پاک صاف نہیں تھے اور اس کے ہاتھ میلے اور کھردرے تھے۔ اس کا ظاہری حلیہ دیکھ کر آپ شائد اسے اپنے کمرے میں داخل نہیں ہونے دیں گے، لیکن میں نے اس کے لیے اپنے کمرے ہی کا نہیں بلکہ اپنے دل کا دروازہ بھی کھول دیا تھا۔ کیونکہ میں اسے بچپن ہی سے جانتا تھا اور اس کا باپ میرے باپ کا دوست تھا اور اس کے باپ کا باپ میرے باپ کے باپ کا جاننے والا تھا۔

مرتضٰی خان ہشت نگر کے ایک مغرور خان کا بڑا بیٹا تھا۔ اسے بہت کم عمری ہی میں اس خاندانی غرور کا دفاع کرنا پڑ گیا تھا۔ جب اس نے اُس طاقتور اور صاحب حیثیت خان کو قتل کر دیا جس نے بہت عرصہ پہلے اس کے بوڑھے باپ کی زبانی کلامی بے عزتی کی تھی۔ یوں مرتضٰی پندرہ سال کی عمر میں قاتل اور مفرور بن گیا۔ بیس سال کی عمر میں گرفتار ہوا اور چودہ سال تک ہندوستان کے مختلف جیلوں کے جدا جدا طریقہ ہائے تشدد کے نمونے اپنے بدن پر جمع کرتا رہا۔ سزا پوری ہونے اور آزاد ہونے پر اس نے پختون قومی آزادی کی تحریک میں شمولیت اختیار کر لی۔ اس جرم کی پاداش میں اسے دوبارہ گرفتار کر کے جیل میں ڈالا گیا۔ اب کی بار وہ ایک بدنام قیدی بنا، کیونکہ اس کا جسم اب مزید کوڑے کھانے اور تشدد سہنے کے لیے بہت کم زور ہو چکا تھا اور مزید جبری مشقت کے لیے بہت بوڑھا۔ پس جیل میں وہ اپنی مرضی کا مالک بنا رہا۔ وہی کرتا جو اس کا جی چاہتا اور اکثر جیلروں کے لیے دردِ سر اور ان کے ڈپٹی جیلروں کے لیے نروس بریک ڈاؤن کا سبب بنا رہا۔

www.pdfbooksfree.pk

وہ کمرے میں داخل ہوا اور آگ کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ میں اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ''کہو کمانڈر،'' میں نے اس سے پوچھا، ''زندگی کیسے گذر رہی ہے؟''

ہم ہمیشہ اسے کمانڈر کہہ کر پکارتے تھے۔ دراصل وہ ۱۹۳۰ء میں باچا خان کی خدائی خدمتگار تحریک کی سرخ پوش فوج میں کمانڈر رہا تھا۔ دیر تک آگ کو گھورتے رہنے کے بعد جواب دیا کہ وہ اب اس قدر بوڑھا ہوتا جا رہا ہے کہ زندگی کے بارے میں اس نے سوچنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ میں نے اس کی شکی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ وہ صاف، سیدھی اور خوابناک تھیں۔ انہوں نے مجھے دوست تسلیم کر لیا تھا اس لیے ان کا شک اور خطرہ غائب ہو چکا تھا۔ تب میں نے وہ سوال پوچھ لیا جو میں ایک عرصہ سے اس سے پوچھنا چاہ رہا تھا، ''مرتضٰی، یہ تو بتاؤ کہ گرفتار ہونے سے چند دن قبل ہی تم نے اپنے بہترین دوست، عطا کو قتل کر دیا تھا۔ آخر تم نے عطا کو کیوں قتل کیا؟''

مرتضٰی نے نظریں اٹھا کر چند لمحے میری آنکھوں میں جھانکا..... گویا پھر سے تسلی کر رہا ہو۔ پھر واپس آگ کے شعلوں پر نظریں جما لیں اور بولا، ''اپنے چچا کے کہنے پر، جس سے مجھے پہلے بھی نفرت تھی اور اب بھی ہے۔ تم تو جانتے ہو کہ میں دس بارہ سال قانون سے مفرور ادھر ادھر چھپتا رہا۔ میرے پاس بہادر جوانوں کا ایک گروہ تھا جو سڑکوں پر لوگوں کو لوٹتے اور لوٹ کا سارا مال میرے پاس لے آتے تھے۔ میں ان کے لیے اسلحہ، کارتوس اور کھانے پینے وغیرہ کا انتظام کرتا تھا۔ اسی وجہ سے میں اپنے حریص اور لالچی چچا کی آنکھوں کا تارا بن گیا تھا۔ وہ میری دعوتیں کرتا تھا اور میرا

www.pdfbooksfree.pk

ساتھ دیتا۔ میں اس کے لیے اس کے طاقتور مخالفوں کو ڈرا دھمکا کر رکھتا تھا۔ میری ہی وجہ سے سارے علاقے میں اس کی دھاک بیٹھ گئی اور انگریز حکمرانوں کی نظروں میں بھی اس کی اہمیت بڑھ گئی اور اس کے حریف دوسرے خوانین کے دلوں میں اس کی قوت کا خوف بیٹھ گیا تھا۔ میں نے خود بہت دیر سے یہ جانا اور سمجھا۔ ابتداء میں تو میرا خیال تھا کہ وہ میرے باپ کا سگا بھائی ہے اور اس لیے مجھ سے واقعی پیار کرتا ہے۔ اس لیے جواباً میں بھی اس کے ساتھ انتہائی محبت، احترام اور خلوص روا رکھتا تھا۔

"ایک شام اس نے مجھے اپنے گھر بلایا۔ میں اس سرد رات کی تاریکی میں اپنی مفرورانہ پناہ گاہ سے نکلا اور اپنے چچا کے گھر پہنچ گیا۔ اس نے فکرمندی کے ساتھ مجھے بتایا کہ عطا نے اس کے دشمنوں کے ساتھ مل کر اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ خان تم جانتے ہو پھر اس نے کیا کیا؟ وہ میرے قدموں پر گر پڑا، میرے پیر پکڑ لئے اور رونے لگا اور رو رو کر مجھ سے منت کی کہ میں اس کی جان اور اپنے خاندان کی عزت کی حفاظت کے لیے کچھ کروں۔ مجھے اس کے رونے دھونے، آنسوؤں اور لرزتے ہاتھوں سے نفرت سی محسوس ہوئی اور میں نے انکار کر دیا۔ تب میری چچی بھی اس معاملے میں شامل ہوئی لیکن چچا کی طرح رونے دھونے اور منت سماجت کرنے کی بجائے اس نے اداس اور مظلوم نظروں سے میری طرف دیکھا اور پوچھا کہ کیا میں اپنے باپ کے سگے بھائی، اپنے بزرگ چچا کو خاموشی سے قتل ہوتا ہوا دیکھوں گا اور اس کی مدد کے لیے کچھ نہیں کروں گا؟ اس نے مجھ سے کہا کہ تمہارا چچا اب سفید ریش اور بوڑھا ہو گیا ہے جبکہ تم جوان، مضبوط اور بہادر ہو۔ کیا تم پر اس خاندان کا کوئی حق نہیں جس نے تمہیں پیدا کیا، پالا، پوسا، تمہیں تمہارا نام، شناخت اور عزت دی؟ پھر

www.pdfbooksfree.pk

اس نے مجھ سے کہا، ''تمہارا دلیر باپ کسی سے ڈرنے یا پیچھے ہٹنے والا مرد نہیں تھا۔ وہ تو خان پیدا ہوا اور ایک پختون خان کی طرح جیا۔ کیا تم اسی بہادر خان کے بیٹے نہیں ہو؟ کیا تمہاری رگوں میں وہی غیرتی خون نہیں؟''

بس یار، چچی کی ان آخری باتوں نے مجھے ڈھیر کر دیا۔ میں نے ان سے وعدہ کر لیا کہ میں عطا کو قتل کر دوں گا لیکن میں نے اپنے چچا سے پوچھا کہ میں یہ کام کروں گا کیسے؟ کیونکہ عطا بہر حال خطرناک قاتل اور مفرور تھا اور ایک بے حد دلیر، چالاک، ظالم اور بہادر آدمی تھا۔ اس نے بہت سالوں سے خود کو انگریز حکومت کے قانون سے اتنی ہی کامیابی سے مفرور رکھا ہوا تھا جتنا کہ اپنے علاقے اور لوگوں کے قانون سے۔ لیکن اس کے خوبصورت چہرے اور بہادری و مردانگی کے ان قصوں کے باوجود، جو ہم لوگ اس کے بارے میں سنتے رہتے تھے، مجھے عطا سے نفرت تھی۔ کیوں کہ اس نے میرے سکول کے دوست کے باپ کو، جو کہ ایک بوڑھا اور کمزور آدمی تھا، قتل کر دیا تھا۔ تب میں بہت کم عمر تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ بظاہر شریف بوڑھا اپنی جوانی کے دنوں سے عطا کے خون کا مقروض تھا۔ اس نے اپنی جوانی کے دنوں میں جو فصل بوئی تھی، عطا نے جوان ہونے پر اسے وہ فصل اس کے بڑھاپے میں کاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کیوں کہ ایک پختون کے خون اور عزت و ناموس کا قرض صرف خون سے ادا ہو سکتا ہے اور کسی چیز سے نہیں۔ چند چیزیں ایسی ہیں کہ ایک پختون جنہیں اپنے آپ سے، اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اس بوڑھے نے اپنی جوانی کے زمانے میں طاقت کے نشے میں ایک کمزور خاندان کا حق قدموں تلے روندا تھا لیکن اس کمزور خاندان میں عطا پیدا ہوا۔ وہ بڑا ہوا تو اس نے اکثر اپنی ماں کے سر کو شرم سے

www.pdfbooksfree.pk

جھکا ہوا پایا اور جب چند مخصوص لوگوں اور واقعات کا ذکر آتا تو عطا دیکھتا کے اس کے بڑے بھائیوں کی نظریں بھی جھک کر زمین پر جم جاتیں۔ وہ سمجھ گیا کہ اسے گرم خون بہانا ہوگا۔ ورنہ اسے بھی اپنا سر اپنی ماں کی طرح شرم سے جھکا کر رکھنا ہوگا اور اپنی نظریں اپنے بھائیوں کی طرح نیچے رکھنا ہوں گی۔ وہ تب اتنا کم عمر، اتنا جوان ورعنا اور اتنا دلیر تھا کہ شرم کے ساتھ جینا اس کے لیے ناممکن تھا۔ پس ایک دن وہ گھر سے نکلا اور اپنے خاندان کے نام پر لگے اس شرم کے داغ کو اپنی بندوق کی آگ اور اپنے دشمن کے خون سے دھو کر ہمیشہ کیلئے مٹا دیا اور اپنا یہ حق دوبارہ جیت لیا کہ اس کے لوگ اس سے نظریں نہ چرائیں اور اس سے باتیں کریں اور اس کو عزت اور احترام دیں۔ لیکن مجھے اس حرکت پر اس سے اس لیے نفرت ہوگئی تھی کہ اس وقت میں اس سارے قصے کے اصل پس منظر سے آگاہ نہیں تھا۔ میں نے تو اپنے دوست کے باپ کی صرف سفید داڑھی اور مہربان رویہ دیکھا تھا یا پھر اسے کے گھر میں موجود اس کی انتہائی حسین وجمیل اور ہمدرد و مشفق بیوی کو..... یہ جانے بغیر کہ کن حالات وواقعات نے اس حسین لڑکی کو اس بوڑھے کی بیوی بنا ڈالا تھا۔

سب لوگ قانون کے باغیوں کو پسند کرتے ہیں اور اگر ایسا کوئی باغی بہادر اور جمیل ورعنا بھی ہو تب تو لوگ اس کی ہر بات کو برداشت کر سکتے ہیں۔ نوجوان عطا جمیل ورعنا بھی بہت تھا اور جی دار و دلیر بھی بہت۔ اگر چہ کچھ بڑے بوڑھے اس کے کرتوتوں پر اسے برا بھلا کہتے رہتے لیکن علاقے کے جوانوں میں وہ جلد ہی بے حد مقبول اور پسندیدہ بن گیا۔ اور پھر اچانک ایک دن وہ میرے دادا کے کھیت میں پن چکی کے قریب مردہ پایا گیا۔

www.pdfbooksfree.pk

سارا گاؤں اس کی لاش کا دیدار کرنے اُمڈ آیا۔ ان میں میں بھی شامل تھا۔ تب میں صرف بارہ سال کا تھا۔ جیسے ہی عطا مر گیا تو لوگ آہستہ آہستہ اس کے پرانے گناہوں اور جرائم کو یاد کر کے اسے لعنت ملامت کرنے لگے اور اس کے لیے مخصوص عقیدت اور شہرت اب مرتضٰی خان کے حصے میں آئی جس نے عطا کو مارا تھا۔ میں بھی مرتضٰی خان کی اس لیے عزت کرتا تھا کہ اس نے میرے سکول کے دوست کے بوڑھے باپ کے قتل کا بدلہ لے لیا تھا اور اس سبب مجھے اس سے محبت ہو گئی تھی۔

لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ میں نے اسے بھی زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھا۔ پولیس کے کئی دستوں کے علاوہ ہزاروں گاؤں والوں نے بھی اسے گھیر کر رکھا تھا۔ وہ خوب لڑا تھا..... صرف آٹھ مفرور، ساری دنیا کے مقابلے میں لڑتے رہے۔ جب اس کے پاس کارتوس ختم ہو گئے تو اس نے اپنی بندوق ایک گہرے کنویں میں گرا دی اور پھر دن کی روشنی میں خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ اس نے رات کو پولیس کے حوالے ہونا اس لیے پسند نہیں کیا تھا کہ اسے معلوم تھا کہ رات کی تاریکی میں اسے پا کر پولیس والے ہتھیار ڈالنے کے باوجود مار ڈالیں گے۔ اس کے دشمنوں نے پولیس والوں کو ایسا کرنے کیلئے بڑی رشوت کی پیشکش کی تھی۔ میں نے جس وقت اسے دیکھا تو وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور اس کی پیشانی پر اس جگہ خون بہہ رہا تھا جہاں اسے ایک گولی چھوتے ہوئے گزری تھی۔ اسے اور اس کے پیچھے پیچھے اس کے سات دوستوں کو گرفتار حالت میں سارے گاؤں میں گھما دیا گیا۔ لیکن مرتضٰی خان ہنستا مسکراتا اور سرکشی اور غرور سے سر بلند ہی رہا۔ اس نے اپنے گاؤں کے بازار میں اپنے گرفتار کرنے والوں، ساری پولیس فورس کے لیے ٹھنڈے مشروبات کا آرڈر دیا اور

www.pdfbooksfree.pk

سب کو پلایا۔ وہ گاؤں والوں سے مسکرا کر سلام دعا بھی کرتا رہا اور خوش مزاجی سے ہنسی مذاق اور ٹھٹھول بھی۔ اس وقت گاؤں کے اپنے ہم عمر لڑکوں کو جب میں کہتا کہ یہ مر تضٰی خان میرا دور کا رشتہ دار ہے تو مجھے ایک گونہ فخر سا محسوس ہوتا۔ پھر پولیس والے اسے سب ڈویژنل جیل لے گئے۔ انگریز حکومت کی عدالت میں اس پر مقدمہ چلا اور اسے ایک قاتل کو قتل کرنے کے جرم کی پاداش میں بیس سال قید با مشقت کی سزا سنائی گئی۔

مرتضٰی خان سے میری دوبارہ ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ اپنی جیل اور سزا کی اور میں اپنے ایک ہندوستانی سکول اور ایک امریکی کالج کی پڑھائی کی مدت پوری کر کے واپس گاؤں آیا ہوا تھا۔ ہم دونوں پکے یار بن گئے۔ مجھے اس کے ڈاکوں، قتل مقاتلوں اور فرار کی داستانوں میں اتنی ہی دل چسپی اور سنسنی محسوس ہوتی تھی جتنی کہ امریکی فلک بوس عمارات (sky-scrapers) اور مخلوط تعلیم، فرانسیسی لڑکیوں اور ہسپانوی لڑکوں کے متعلق میری کہانیوں میں اسے محسوس ہوتی تھی۔

''اچھا یہ بتاؤ تم نے عطا کو کیسے مارا تھا؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''..... بہت آسانی سے،'' مرتضٰی نے جواب میں کہا۔ ''تم تو جانتے ہو کہ وہ ایک پیدائشی قاتل تھا۔ گاؤں میں اس کے بہت سارے دشمن تھے اور وہ بہتوں کے خون کا مقروض تھا۔ وہ کسی نہ کسی کے قتل میں مجھ سے مدد مانگتا رہتا تھا۔ لہٰذا ایک دفعہ جب اس نے ایسا ہی تقاضہ کیا تو میں نے ہاں کر دی۔ ایک تاریک رات کو ہم اپنی پناہ گاہوں سے نکل کر اس کے کئی شکاروں میں سے ایک کو قتل کرنے نکلے۔ اس کے ساتھ کوئی نوکر ،کوئی بندوق بردار ساتھی نہیں تھا۔ میرے ساتھ تین مسلح ساتھی تھے۔ میں نے انہیں سمجھا

www.pdfbooksfree.pk

دیا تھا کہ جب میں مخصوص اشارہ کروں تو وہ عطا پر گولی چلا دیں۔ ہم سب جیسا کہ ڈاکوؤں اور مفروروں کا طریقہ ہوتا ہے، ذرا ذرا فاصلہ رکھتے ہوئے اور ایک قطار کی صورت میں چل رہے تھے۔ جب کھیتوں کے بیچ پن چکی کے پاس پہنچے تو میں نے اپنے ساتھیوں کو سمجھا دیا کہ عطا کو یہیں مار ڈالو۔ اور میں خود رفع حاجت کے بہانے ان سے ذرا سا دور چلا آیا۔ عطا بڑے مزے سے میرے ساتھیوں کو اپنا منصوبہ بتا رہا تھا کہ کیسے اس کے بے چارے شکار کو قتل کرنا ہے۔ میں ابھی چند قدم دور ہی آیا تھا کہ فائر کی آواز آئی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو میرے دوسرے بندوق بردار نے بھی عطا پر گولی چلا دی۔ عطا حیران اور خاموش گر پڑا اور ہم بھاگ پڑے اور کھیتوں، باغوں اور خشک نالوں سے گذرتے ہوئے اپنی پناہ گاہ پہنچ گئے۔

''لیکن تم لوگ بھاگے کیوں؟ کوئی تمہارا پیچھا تو نہیں کر رہا تھا؟'' میں نے ایک سوال داغ دیا۔

''ہم اس لاش سے بھاگ رہے تھے،'' مرتضٰی نے بتایا۔ ''میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس لاش اور اپنے بیچ ساری دنیا حائل کر دوں۔ لیکن میں اب تک اس لاش سے پیچھا چھڑانے میں کامیاب نہیں ہو سکا ہوں۔ وہ اب بھی ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہے۔ میں اسے مردہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ وہ اب بھی ہر وقت میرے ساتھ رہتا ہے..... زندہ عطا، وہ اب بھی میرے ساتھ باتیں کرتا ہے اور ہنستا مسکراتا ہے، بے پروائی سے، بہادروں کی طرح۔''

مرتضٰی کیا تم اس سے ڈرتے تھے،'' میں نے پوچھا۔

''تم تو جانتے ہو میرے دوست،'' مرتضٰی نے مسکرا کر جواب دیا، ''کہ میں

www.pdfbooksfree.pk

بیمار ہو کر بستر پر مرنے کے علاوہ اور کسی شے سے نہیں ڈرتا۔ کیوں کہ اس طرح آدمی کھانستا اور چھینکتا اور گھسیٹتا فریادیں کرتا ہے اور اپنے گھر والوں اور پیاروں کے لیے ایک دردسر اور ایک بوجھ بن جاتا ہے۔ اس کے سوا میں اور کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ لیکن بات یہ ہے یار کہ ایک مفرور، ایک قاتل ہمیشہ، ہر وقت خوفزدہ رہتا ہے۔ دراصل اس کے بہت سارے ایسے دشمن ہوتے ہیں جو اس کے سر کی قیمت ادا کیے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کا قتل اس لحاظ سے آسان ہوتا ہے کہ اسے کسی بھی کھاتے میں ڈال کر دبایا جا سکتا ہے۔ میں عطا سے ڈرتا نہیں تھا لیکن مجھے اس پر بھروسہ بھی نہیں رہا تھا۔ اگر وہ میرے چچا کے قتل کے لیے آمادہ ہو سکتا تھا تو کل کو وہ میرے قتل پر بھی تیار ہو سکتا تھا اور دوست تم تو جانتے ہو کہ جب کسی کو اپنی اور کسی اور کی جان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑ جائے تو انسان ہمیشہ دوسرے کی جان لینے کا انتخاب کرتا ہے۔ بہر حال پھر بھی مجھے عطا کو قتل کرنا پسند نہیں تھا اور مجھے اپنے چچا سے بھی نفرت محسوس ہو رہی تھی کہ وہ مجھے اس کام کے لیے مجبور کر رہا تھا۔'' وہ ذرا دیر خاموش رہا۔ پھر اپنی بات جاری رکھی۔

''عطا کو قتل کرنے کے بعد میں نے کوشش کی کہ اپنے اس چچا کو بھی قتل کر کے عطا کے قتل کی تلافی کر سکوں لیکن میں ایسا نہ کر سکا۔ مجھے سرکار نے گرفتار کر لیا اور جب میں اپنی سزا پوری کر کے گاؤں آیا تو تمہارے باپ باچا خان کی سرخ پوش تحریک میں شامل ہو گیا اور یوں عدم تشدد کا پیروکار بن کر قتل و قتال سے ہاتھ اٹھا لیا۔ چناں چہ میرے اس کمینے چچا کو ایک طویل زندگی مل گئی اور مجھے ضمیر کی مستقل خلش اور احساس جرم۔''

پھر وہ ایک تلخ ہنسی ہنس کر اور کندھے اُچکا کر بولا، ''اگر میں عطا کو نہ مارتا تو وہ میرے چچا کو قتل کرنے والا تھا۔ لیکن چھوڑو ان پرانے تلخ قصوں کو میرے دوست

www.pdfbooksfree.pk

اور کوئی پیارا سا ساز سنا۔"

میں نے اپنا ستار اُٹھا لیا اور ایک مدھم، ملول اور اداس سی دُھن چھیڑ دی اور ہم دونوں خاموشی سے آگ کے شعلوں کا رقص دیکھتے رہے اور مزید کچھ بات نہیں کی۔ اور کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں یہ بات سمجھتا تھا۔ کیونکہ میں بھی تو پختون تھا۔

میں مرتضٰی خان میں ہمیشہ سے دلچسپی اور کشش محسوس کرتا تھا۔ میرا یہ پتلے ہونٹوں والا یار ایک اسرار (Mystry) تھا۔ وہ ایک بدنام مفرور اور خطرناک قاتل بھی تھا اور ایک خدائی خدمتگار اور سرخ پوش قوم پرست بھی تھا۔ میں نے اس سے پوچھا، "یار مرتضٰی ..... تم اور یہ عدم تشدد کا فلسفہ..... تم اس پر کیسے ایمان لے آئے؟ میرا مطلب ہے کہ یہ تمہارا فلسفہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا، مسکرایا اور کہا، "تمہیں نہیں پتہ یار، ان چار سالوں میں، میں ایک طرح کا بزرگ بن گیا تھا۔ میں نے ان سالوں میں اپنی اصلاح کی بہت کوشش کی اور اپنی خواہشات کی بجائے اپنے اصولوں کی پاسداری کیلئے جینے کی کوشش کی۔ اور یقین کرو میرے دوست کہ میرے لئے یہ بہت بڑی بات تھی ..... ایک معجزہ تھا۔ میں نے مال و دولت کے انبار ایک اصول، ایک نظریئے کے لیے ٹھکرا دیئے اور حسین و جوان دو شیزاؤں کو اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ مجھ پر اعتماد کرتی تھیں کہ میں ان کی ناموس کی حفاظت کروں گا۔ اور میرے سہارے کی محتاج تھیں۔ دراصل آدمی ان سے محبت کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو تم سے واقعی محبت کرتے ہوں اور تم ان پر بھروسہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے جو تم پر بھروسہ رکھتے ہوں۔ ان سالوں میں میں نے

www.pdfbooksfree.pk

کوشش کی کہ ویسی ہی زندگی گزاروں اور وہی کچھ کروں جس کی میرے اپنے، میرے پیارے مجھ سے اُمید رکھتے تھے۔ میں ایسا کرنے میں بڑی حد تک کامیاب بھی رہا تھا۔ لیکن پھر چند سالوں کے بعد میری زندگی کے وہ پاک اور نیک لمحات ختم ہو گئے اور میں پھر پاکیزگی اور نیکی و شرافت کے بلند بادلوں سے واپس اس زمین اور اس کے لوگوں کی دنیا حرص، حسد، خواہشات، ظلم اور ہوس کی دنیا کی پستیوں میں آ گرا اور تب سے اس میں گھسٹ رہا ہوں۔

''بات یہ ہے بھائی کہ ایک ہی وقت میں ایک پارسا بزرگ اور ایک اچھا خان بننا بہت مشکل کام ہے۔ چنانچہ میں ایک خان بن گیا۔ یہ میرے لئے آسان بھی تھا اور فطری بھی۔ کیونکہ انسان بدکار اور گناہگار ہوتے ہیں اور انہیں اس کی سزا ملنی چاہئے۔ سچے بزرگ اور پارسا ولی سزائیں نہیں دیتے۔ وہ سزا کی قوت ہی سے کنارہ کر لیتے ہیں۔ قانون زندگی کا جوہر، اس کی روح ہے۔ یوں ایک پارسا بزرگ اور نیک ولی بھی اتنا ہی بڑا قانون شکن ہوتا ہے جتنا کہ ایک ڈاکو۔ صرف اتنا ہے کہ نیک و پاک بزرگ بننا ڈاکو بننے سے زیادہ مشکل اور صبر آزما کام ہے۔ میں نے آسان راستے کا انتخاب کیا اور ایک عام آدمی بن کر رہنے لگا..... دنیادار، خود غرض اور برا۔ میں نے جان لیا کہ میرا خون میرے دماغ سے گرم تر اور قوی تر ہے اور یہ کہ قانون اور رواج کو توڑنا دلوں کو توڑنے سے زیادہ مشکل ہے اور نظریات اور اصولوں کیلئے جینا محض زندگی کیلئے جینے سے کہیں زیادہ دشوار ہے۔

''فطرت بے رحم اور سنگدل ہوتی ہے اور کبھی بھی آئیڈیلزم (Idealism) اور رومانویت کے روگ نہیں پالتی۔ زندگی سخت اور دشوار اور

www.pdfbooksfree.pk

کُھردری اور ظالمانہ ہے۔ فاختہ دیکھنے میں بہت حسین ہوتی ہے اور نہایت دلفریب انداز میں کوکتی ہے۔ لیکن باز کے نوکیلے پنجے اور عقاب کے تیز ناخن فاختہ سے زیادہ بڑی اور زندہ تر حقیقتیں ہیں۔ میں نے باز بننا اس لیے پسند کیا کہ میں پیدا ہی ایک باز ہوا تھا اور اگر فاختاؤں کو یہ بات پسند نہیں تو انہیں برداشت کرنا ہوگا۔ کیوں کہ ہماری یہ دنیا حسین اور نرم و نازک تتلیوں سے بھرا ہوا ایک پُر امن باغ نہیں ہے اور یہاں سنہرے عقاب کی قدر اور عزت نرم و شیریں نغمات سنانے والے بے ضرر پرندوں سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔"

مرتضٰی خاموش ہوا تو میں نے اس کے بھنچے ہوئے پتلے ہونٹوں کو دیکھا اور اس کی بات سے اتفاق کیا۔ دراصل مرتضٰی خان اتنے عرصے تک ایک ڈاکو اور مفرور رہا تھا کہ اب اس کیلئے فاختاؤں اور تتلیوں، غروب آفتاب اور قوس وقزح کے رنگوں کو دیکھنا، سمجھنا اور انہیں پیار کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

پریوں کی داستان

(A Fairy Tale)

صدیوں پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک بہت حسین وجمیل اور جوان شہزادہ خالون کے کئی قبائل کا حکمران تھا، جس طرح اس سے پہلے اس کا باپ اور دادا حکمران رہے تھے، شہزادے کی شادی ایک حسین ترین پری رو شہزادی کے ساتھ ہوئی تھی۔ وہ گلاب کی تازہ کلی کی نرم ولطیف خوشبو کی مانند نازک اور لطیف ودل رُبا تھی۔ اس کا بدن نرم ونازک، اس کے اعضاء گداز وملائم اور اس کا منہ غنچے کی طرح چھوٹا تھا۔ اس کے گداز ہاتھوں کی انگلیاں لمبی، پتلی، نرم ونازک اور گداز تھیں اور اس کی آواز مدھم، ملائم اور دل فریب ودلارام تھی۔ لیکن جو شے اسے دنیا کی حسین ترین شہزادیوں میں ممتاز کرتی تھی وہ اس کی آنکھیں تھیں۔ اس کی آنکھیں غزالی اور روشن تھیں اور اتنی شفاف تھیں کہ ان میں اس کی تمام کیفیات اور اس کے خیال واحساس کی دنیا کے سارے رنگ صاف جھلکتے تھے..... ایک مست رواں، باوقار اور مسلسل رقص کی مانند۔ اور جب اس کی ان دلفریب وسحر کار آنکھوں کے سائے ان گنت گہرے گلابی سرخ اور طلائی رنگوں کی پھوار میں بدل جاتے تو شہزادہ انہیں دیکھ کر یوں محسوس کرتا

www.pdfbooksfree.pk

جیسے وہ دور سے آنے والا کوئی نرم دلطیف اور غمگین ساز سن رہا ہے اور جب ان کی روشنی شوخ سلوری اور روشن و درخشاں اور گرم رنگوں کا فوار بن کر لپکتی اور نورافشانیاں کرتی تو شہزادے کو ایسا احساس ہوتا جیسے اس کی دل کی گہرائیوں سے امیدوں، محبت اور زندگی کے چشمے ابل رہے ہیں اور تمام دنیا پر رنگین بادلوں یا قوس وقزح کی مانند چھائے جا رہے ہیں۔

ایک دن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جب شہزادہ صبح نیند سے جاگا اور اپنی محبوبہ شہزادی کی آنکھوں میں جھانکا تو اسے پژمردگی اور دُھندلاہٹ کے آثار نظر آئے۔ جیسے جیسے دن گزرتے گئے، شہزادی کی آنکھوں کی پژمردگی اور دُھندلاہٹ بڑھتی گئی۔ درباری حکیم کی تجویز کردہ تمام جڑی بوٹیاں اور دوائیاں بے سود رہیں۔ خالون کے سبھی باسی اپنی پیاری شہزادی کے غم میں افسردہ اور ملول تھے۔ آخر شہزادے نے اپنے دانا ترین مشیروں کو جمع کیا اور ان کی صلاح طلب کی۔ اس کے دربار کا ملک الشعراء عمریوں گویا ہوا، ''ظل الٰہی! نور کا مقدر ہے کہ اسے ہماری آنکھوں کے دائرہ نظر سے باہر جانا ہوتا ہے۔ وہ کہیں اور نہیں جاتا بلکہ نور کے اس اولین منبع اور اصل سرچشمے کی طرف لوٹ جاتا ہے جہاں سے وہ پیدا ہوا تھا..... موسیقی کے سُروں کی مانند، جو خاموشی کے بطن سے جنم لے کر واپس خاموشی میں گم ہو جاتے ہیں۔ یہی واپسیں بہاؤ ہی ان کی خصلت اور صورت ہوتی ہے۔ سُروں کا واپس خاموشی میں ضم اور گم ہونا ہی ان کی زندگی ہے۔ اس لئے اے پیارے شہزادے، آپ ملول اور غمگین نہ ہوں۔ بلکہ آپ کو اس بات پر شکر گزار ہونا چاہئے کہ آپ کے کانوں کو ایک ایسا نغمہ سننے کی لذت اور سعادت نصیب ہوئی جو اپنی لطافت اور شیرینی میں اس دنیا سے ماورا خالص آسمانی

www.pdfbooksfree.pk

نغمہ محسوس ہوتا تھا اور آپ کو یہ خوش بختی نصیب ہوئی کہ آپ ایک ایسے پُرنور و درخشاں ستارے کی ملکوتی ضیاء پاشیوں میں سجدے کرتے رہے جو نورانیت میں چاند اور سورج سے زیادہ نورانی تھا۔ اب آپ اپنے دل سے روشنی اور اپنے خوابوں سے رنگ لے کر اسے اپنی محبوب شہزادی کی آنکھوں میں اُنڈیل دیجئے اور پھر اپنے تخیل اور یاداشت کو ان سُروں، جوان سے نکلیں گے، کو صورت و رنگ بخشنے دیجئے۔"

"بے سرو پا اور لغو یاوہ گوئی!" شہزادے کے دربار کے عالم، فاضل اور دانا بزرگ، خلیل نے شاعر عمر کی بات سن کر ناگواری سے کہا، "تو ہم پرستانہ اور شاعرانہ خیال آرائی اور بکواس محض! پیارے شہزادے، اے آسماں زادے ان شاعرانہ مو شگافیوں پر کان مت دھرو۔ عقل مند، زیرک اور فہیم بنو۔ پیارے شہزادے، یہ دنیا روشن، پرنور اور دل رُبا آنکھوں والی جوان و رعنا دوشیزاؤں سے بھری پڑی ہے۔ میں آپ کے لیے وادیٔ شمیم سے ایک ایسی دلارام حسینہ لے آؤں گا جو آپ کے غم کو خوشی میں، اداسی و پژمردگی کو جوش و سرمستی میں اور تابستانی راتوں میں آپ کے گھر کو ایک پُرنور و آتشیں باغ میں بدل دے گی۔"

لیکن یا عجب! شہزادہ دانا و حکیم خلیل کی باتیں سن کر یکا یک آگ بگولا ہو گیا اور بوڑھے خلیل کے سفید داڑھی پر ہاتھ مارا اور اتنے زور سے جھٹکا دیا کہ اس کی سفید ریش تقریباً اُکھاڑ ڈالی۔ کیوں کہ دانا خلیل کی داڑھی اس کے علم و دانائی جتنی مضبوط نہیں تھی۔ لیکن پھر شہزادے نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور اس کی داڑھی چھوڑ کر اسے اپنے محل سے باہر نکال پھینکنے کا حکم دیا۔ خلیل دانا انتہائی غمگین و ملول شاہی محل سے بے عزت ہو کر نکلا۔ لیکن تب اسے اپنے دانا باپ کی نصیحت یاد آ گئی۔ اس کے باپ نے

www.pdfbooksfree.pk

ایک دن اس سے کہا تھا ''میرے بیٹے، صرف ایک بے وقوف ہی کسی عاشق کو سمجھانے اور نصیحت کرنے کی حماقت کرے گا۔'' اسے اپنا آپ اس بات پر زیادہ دانا محسوس ہوا کہ اس نے جان لیا ہے کہ وہ ایک احمق شخص ہے اور یہ سوچ کر زیادہ خوشی محسوس کرنے لگا کہ اب وہ زیادہ دانا ہو گیا تھا۔ اسی خوشی کے مارے وہ کھلکھلا کر ہنسنے اور قہقہے مارنے لگا اور اپنے گھر کو چلا تا کہ آرام سے سو جائے اور دانائی سے بھرپور خراٹے لے اور احمقانہ خواب دیکھے۔

لیکن شہزادے کے محل میں خلیل کی بات اور اس کے نکالے جانے کے بعد مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔ آخر کار دانشور رحمان نے اس خاموشی کو توڑا۔ اس نے اپنی گہری اور پُر تاثیر آواز میں شہزادے کو مخاطب کر کے کہا، ''میرے پیارے شہزادے، میری بات غور سے سن، کیونکہ یہ میرے الفاظ نہیں ہیں۔ خالون سے مشرق کی جانب دریا کے اس پار کے پہاڑوں میں ایک غار ہے جس میں ایک بوڑھا جوگی رہتا ہے۔ دنیا اسے ایک فقیر کہتی ہے لیکن وہ اپنے دل میں ایک ایسا شفا بخشنے والا چشمہ رکھتا ہے۔ جس کی چند بوندوں سے ہر مرض کا شافی علاج ہو سکتا ہے..... کیوں کہ اس جوگی نے موت اور وقت کو فتح کر لیا ہے۔ پس اے شہزادے، جاؤ اور اسے تلاش کرو۔ اس کے پاس جاؤ اور اس سے اس کے دل کی ساحرانہ شراب کے چند قطرے مانگ لو اور انہیں اپنی شہزادی کی آنکھوں میں ٹپکا دو۔ اس کی آنکھیں پہلے سے زیادہ روشن تر، حسین تر اور خوابناک تر ہو جائیں گی۔''

شہزادہ رحمان کی بات سن کر امید اور مسرت سے مسکرایا اور دربار کے سبھی حاضرین نے سکون اور خوشی کی گہری سانس بھری اور ایک دوسرے کو بتایا کہ رحمان

www.pdfbooksfree.pk

واقعی داناؤں کا داناہے اور سب خوش ہوکر اپنی اپنی مودب داڑھیاں کھجلانے اور سہلانے لگے۔ شہزادے نے خدا کا نام لے کر اپنے سارے آدمیوں اور کتوں اور شکار یوں اور حکیموں کو جمع کیا اور مشرقی دریا کے پار بلند پہاڑوں میں اس بوڑھے فقیر کو تلاش کرتے رہے، کرتے رہے، یہاں تک کہ آخر اسے ڈھونڈ نکالا۔

تمہارے دل میں کیا ہے؟'' شہزادے نے اس سے پوچھا۔

''محبت اور مسکراہٹ'' اس بوڑھے فقیر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''کیا تم اپنے اس پاک چشمے سے میری شہزادی کی آنکھوں کے لیے دو بوند نہیں دے سکتے؟'' شہزادے نے فقیر سے سوال کیا۔'' کیوں نہیں پیارے شہزادے، لیکن اگر تم ان کی قیمت ادا کر سکو،'' بابا نے جواب دیا۔ شہزادہ یہ سن کر خوش ہوا اور کہا،'' بولو بابا، کیا مانگتے ہو؟ تم جو مانگو گے تمہیں ملے گا۔'' لیکن جوگی بابا کے جواب نے اسے چکرا دیا۔'' مسکراہٹ اور ہنسی کی ایک بوند کی قیمت ہے تمہاری ساری سلطنت اور بادشاہی، اور محبت کی ایک بوند کی قیمت ہے تمہارا سارا غرور، خودی اور اَنا۔''

''اچھا، میری ساری سلطنت؟'' شہزادے نے تیوری پر بل ڈال کر کہا،

''اے خیرات مانگنے والے فقیر، کیا تمہیں پتہ ہے کہ یہ سلطنت اور بادشاہی مجھے خدا نے بخشی ہے اور اس کے ساتھ ہی اپنی مہربانی اور کرم سے مجھے چند قوتیں اور اختیارات بھی عنایت کی ہیں۔ چونکہ تم نے اپنے شہزادے کے دکھ کا ذرا بھی احساس نہ کیا اور اس کے ساتھ ذرا بھی محبت کا مظاہرہ نہیں کیا اور اس قدر کنجوسی دکھائی۔ اس لیے میں تمہیں اس خزانے کا اہل نہیں سمجھتا جو تمہارے دل ہے۔ میں عوام اور قانون کے نام پر تمہارا یہ خزانہ بحق سرکار ضبط کرتا ہوں۔'' پھر اس فقیر کو زنجیروں میں جکڑ کر اپنے محل

www.pdfbooksfree.pk

میں لے آیا اور ایک تہہ خانے میں قید کر لیا۔

اگلے دن جب تہہ خانے کا دروازہ کھولا گیا تو خدا کی شان دیکھیے کہ وہاں کپڑوں کے چیتھڑوں اور ہڈیوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ بوڑھا فقیر وہاں سے غائب ہو چکا تھا اور اپنے ساتھ مسکراہٹ اور محبت کا وہ خزانہ بھی لے گیا تھا۔ تہہ خانے کی دیوار پر اس نے شہزادے کے لیے ایک پیغام لکھ کر چھوڑا تھا۔ پیغام یہ تھا، ''اے میرے پیارے شہزادے، میرے پاس جو کچھ ایسا تھا جو تمہاری حکومتی طاقت اور قانون کی گرفت اور محکومی میں آ سکتا تھا، وہ میں تمہارے پاس چھوڑ کر جا رہا ہوں تا کہ تم ان کے ساتھ اپنے قانون کے مطابق معاملہ کر سکو۔''

جب شہزادے کو معلوم ہوا تو بہت زیادہ برانگیختہ ہوا۔ کیونکہ اس نے زندگی میں کبھی ناکامی، شکست یا انکار کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ اسے اپنے دربار کے عالموں، فاضلوں اور داناؤں پر بھی اس قدر غصہ آیا کہ ان سب کی داڑھیاں کھینچ کر اکھاڑ ڈالیں۔ اسے اپنی شہزادی پر بھی بہت غصہ آیا کہ اسی کے علاج کی خاطر اسے اس فقیر کا محتاج ہونا اور پھر اسے اپنا مدعا حاصل کرنے میں ناکامی کا منہ دیکھا پڑا، اور غضبناک ہو کر چیخا، ''بھاڑ میں جائیں اس کی آنکھیں!''۔

شہزادے نے اپنے آدمی خلیل دانا کی تلاش میں بھجوائے اور اس کے ساتھ وادیٔ شمیم کے سفر پر یوں روانہ ہوا کہ اصیل گھوڑوں، موسیقاروں، شکاری بازوں اور شکاری کتوں کا ایک جلوس ان کے ہمراہ تھا اور وادی شمیم میں کیف و مستی سے بھرپور اپنی کئی ایک فتوحات کے جشن میں اپنی اس ایک ناکامی، اس فقیر سے شکست کھانے کے کرب اور خلش کو بھلا بیٹھا لیکن بے چاری شہزادی! وہ اب تقریباً اندھی ہو چکی ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

باب نمبر(۵)

رسوم ورواج

جب ایک قانون اتنا پرانا ہو جائے کہ وہ ایک قوم، ایک نسل کے رگ و پے میں رچ بس جائے تو وہ رواج بن جاتا ہے۔ اور اکثر اپنی ضرورت اور افادیت ختم ہو جانے کے بعد بھی عرصے تک رائج اور حاوی رہتا ہے۔ کیوں کہ آدمی اپنے بچوں کو وراثت میں صرف اپنی ناک کی ساخت اور اپنے کردار اور فکر کی حماقتیں ہی نہیں دیتا بلکہ وہ اپنے خوف اور اندیشے، اپنے نغمے اور اپنی بددعائیں اور گالیاں بھی ان کے لیے ترکے میں چھوڑ جاتا ہے۔ انسان کوشش کرتا ہے کہ اپنے بچوں کو اپنی ہی صورت اور کردار میں ڈھال لے۔ جدید تہذیب وتمدن والے لوگ یہ کام اپنے سکولوں اور کتابوں، اپنے اخباروں اور دیگر ذرائع ابلاغ اور نشریاتی اداروں کے ذریعے کرتے ہیں اور اپنا نکتۂ نظر اور اپنا قانون منوانے کے لیے تھوڑے بہت بم اور گولہ بارود، جیلوں اور اذیت خانوں اور پھانسی گھاٹوں سے مدد لینے پر انہیں شرم نہیں محسوس ہوتی۔ تہذیب نام ہے انفرادی خوبیوں اور کاملیتوں کی اجتماعی ناکاملیت کے سامنے ہتھیار ڈالتے رہنے کے مسلسل عمل کا (civilisation is a continous surrender of individual perfecttions to mass

www.pdfbooksfree.pk

imperfection)

تہذیب وتمدن ڈان وان (Don juan) کی نظموں یا حافظؔ کی غزلوں یا پھر ٹیگورؔ کے گیتوں کے مطابق نہیں بنتی بلکہ معزز اور محترم، خشک دماغ اور نیک و پرہیز گار، ٹھوس، روایتی فکر و نظر رکھنے والے عمر رسیدہ شوہروں کے مقاصد اور ارادوں کے مطابق تشکیل پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تہذیب وتمدن، ہنسی اور حسِ مزاح (Sense of Humour) کے حوالے سے اس قدر تہی دامن اور مفلس ہوتی ہے۔ ہر نئی نسل کو اپنی پرانی نسل کے مسائل اور پیچیدگیاں ورثے میں ملتی ہیں اور وہ ان میں اپنی طرف سے اور اضافہ کر کے وہ بھاری بوجھ اپنی اگلی نسل کے لیے چھوڑ جاتی ہے۔ یوں ایک نسل سے دوسری نسل تک قوانین، رواج اور عقائد میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کا بوجھ ان کاندھوں کے لیے مزید اٹھائے رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ جو انہیں اٹھائے رکھتے ہیں۔ تب ایک دھماکہ ہوتا ہے۔ ایک ثقافت مر جاتی ہے۔ وہ کھلاڑی، جو دوڑتے دوڑتے نڈھال ہو چکا ہو، کھیل کے میدان سے نکل جاتا ہے۔ البتہ وہ کھلاڑی جن کے کاندھوں کا بوجھ ہلکا اور جن کے پیر مضبوط ہوں، وہ آگے دوڑتے چلے جاتے ہیں۔

رسوم ورواج وہ نادیدہ اور لطیف زنجیریں ہیں جن کی مدد سے قدیمی (Primitive) انسان اپنے معاشرے کی ساخت، طرز بود و باش اور عمومی زندگی کو محفوظ اور غیر متغیر رکھتا آیا ہے۔ رسوم ورواج ہی قدیمی اور پسماندہ انسان کے سکول و مدارس اور ریڈیو، ٹی وی اور وزیر اعظم اور مولانا و مبلغین ہوتے ہیں۔ آپ، جو کہ متمدن اور تہذیب یافتہ ہیں، ایک قانون بناتے ہیں اور پھر اس نیک خیال سے کہ اس

www.pdfbooksfree.pk

دنیا میں بسنے والے آپ کے دیگر کمزور اور پسماندہ بھائی اس پر فرمانبردارانہ عمل کرنے میں غفلت اور کوتاہی نہ برتنے پائیں، آپ اس کے نفاذ کے لیے بندوقوں، گولہ بارود اور فوجیوں کی کافی مقدار میں سپلائی جاری رکھتے ہیں۔ لیکن وہ پسماندہ اور تہذیب و تمدن سے محروم انسان اپنے لئے رسوم ورواج بناتا ہے اور پھر ان پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لیے سحر، جادو، توہمات اور شیطان کا استعمال جاری رکھتا ہے۔ آپ کے قوانین اور اس کے رسوم ورواج کے مقاصد اور وظیفے میں قطعاً کوئی فرق نہیں۔ مقصد دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کا ملا اور پیر فقیر بھی آپ کے معزز جج صاحب کی طرح اپنے چہرے کو حد درجہ دانا اور سنجیدہ رکھتا ہے۔ جی ہاں، اُن کا لباس بھی آپ کے ججوں کی طرح دوسروں سے منفرد اور عجیب وغریب ہوتا ہے اور اُسے بھی آپ کے قوانین اُتنے ہی بے سروپا، لایعنی اور احمقانہ معلوم ہوتے ہیں جتنا کہ آپ کو اس کے رسوم و رواج۔ آپ جیسی گرہ ایک ریشمی رومال میں ڈال سکتے ہیں ویسی ہی گرہ ایک سخت اور کھردری رسی میں بھی ڈالی جاسکتی ہے۔ وہ ایک باریک اور سادہ دھاگہ استعمال کرتا ہے اور آپ اسی کام کے لیے ایک مضبوط اور پیچیدہ زنجیر استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اسے آپ کے پیچیدہ اور مضبوط زنجیر کی اسی طرح ذرا بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ جس طرح اسے آپ کے شہروں کے پیچیدہ نکاسئ آب کے نظام کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ اصل اور دلچسپ بات وہ گرہ ہے اور آپ دونوں کے معاملے میں وہ ایک ہی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ گرہ دراصل عقلمندوں نے بے وقوفوں کی مدد کے لیے بنایا تھا۔ بہرحال، جو بھی ہو، گرہ دونوں جگہ موجود ہے۔ اور یہ گرہ ادراصل انسان کی وہ بہادرانہ اور قابل رحم (Heroic and pathetic) کوشش ہے جو وہ اپنی

www.pdfbooksfree.pk

نسل، اپنے بچوں کی آنکھوں میں اپنے خواب، اپنے خوف اور اندیشے اور اپنی دیگر ساری حماقتیں منتقل کرنے کے لیے کرتا ہے۔

آپ اسے قانون کا نام دیتے ہیں اور اسے موٹی موٹی کتابوں میں محفوظ رکھتے ہیں۔ پختون اسے رواج کہتا ہے اور اسے اپنی بیوی کے سیف (Treasure chest) میں رکھتا ہے۔ آپ کو اپنا قانون جاننے کے لیے یا تو جج بننا پڑتا ہے یا پھر مجرم، لیکن ایک پختون کھانا پینا سیکھنے سے پہلے ہی اپنے رسوم و رواج کے بارے میں سیکھ چکا ہوتا ہے۔ وہ اس کے خون میں بہتے ہیں اور اس کی ہڈیوں میں رچ بس جاتے ہیں اور اُس کے جگر میں پلتے ہیں۔ وہ جس قانون کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوتا ہے، اُسے اُس کی سزا کے بارے میں جاننے کے لیے کسی سفید ڈگ پہنے ہوئے جج کے پاس نہیں جانا پڑتا۔ وہ اسی لمحے جان جاتا ہے۔ جس لمحہ وہ کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ خود ہی اپنا جج اور اپنا جیلر ہوتا ہے۔ اس کے آباء و اجداد اور بزرگوں نے اس بات کو یقینی بنایا ہوا ہوتا ہے۔

اب آیئے چند پختون رواجوں کو دیکھتے ہیں اور یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اُن کا مقصد اور مدعا کیا ہے۔ کیوں کہ رواج وہ واحد اوزار ہیں جن کی مدد سے تہذیب و تمدن سے دور انسان اپنی ثقافت کی شکل و صورت تراشتا ہے۔ یہ اُس انسان کے موقلم کی جلوہ طرازیاں ہیں جو کہ ایک مصور ہے۔ یہ آسمانی بجلی کی کوندیں اور لپک ہیں۔ یہ ایک مقصد، ایک ارادہ اور ایک متعین اور معلوم مدعا اور معنی رکھتے ہیں۔ چاہے ان کی ظاہری شکل و صورت کتنی ہی خام اور مضحکہ خیز کیوں نہ دکھائی دیتی ہوں۔

چلیئے اس کی ایک متشددانہ رواج کا جائزہ لیتے ہیں۔ یعنی پختونوں کا یہ رواج

www.pdfbooksfree.pk

کہ کسی مرد اور عورت کا شادی کے بغیر گھر سے بھاگنے یا جنسی تعلق رکھنے کی سزا فوری موت ہے۔ یہ قدیم ترین اصول پختونوں کے خون میں آج بھی زندہ اور متحرک ہے اور جب یہ انگریزی قانون کی نرم اور لچکدار اخلاقیات سے روبرو ہوتا ہے تو سخت ردعمل ظاہر کرتا ہے۔ ایک پختون اپنی بہن کی عزت کے چور کے سر میں چند گولیاں اتار کر انتہائی اطمینان قلب اور بغیر کسی شرمندگی یا افسوس کے خود ہی جا کر فرنگی حکومت کی پھانسی گھاٹ پر چڑھ جاتا ہے۔ اس معاملے کے لیے جو انگریزی قانون ہے وہ دراصل سرد مہر انگریز بہن اور بے نیاز انگریز بھائی کے لیے بنایا گیا ہے۔ پختون اپنی لڑکیوں اور عورت کے حوالے سے مفلس لیکن اُن کے لیے جذبات اور احساس غیرت کے حوالے سے حد درجہ مالدار بھی ہے اور سخی بھی۔ وہ بہترین بچے پیدا کرنا چاہتا ہے، کیوں کہ اُسے مرد میدان اور جنگ جو پیدا کرنا ہوتے ہیں۔ کل کے مرد میدان پیدا کرنے والی ماں ایک قبیلے کا سب سے قیمتی خزانہ ہوتی ہے اور اُس کی حفاظت اسی قدر شدت سے کی جاتی ہے اور یہ متشددانہ اور قدیمی رواج معاشرے کو جنسی جنونیوں اور جنسی کجروؤں سے پاک اور محفوظ رکھنے کے لیے بھی مفید ہے۔ دراصل یہ منتخب نسل کشی (Selective breeding) کا ایک لطیف، قدیم اور سادہ نظام ہے۔ لیکن جب ایک غضبناک پختون اپنی بہن، بیٹی یا بیوی کی عزت کو داغدار کرنے والے کی کھوپڑی اُڑانے کی غرض سے ہاتھوں میں بندوق اور آنکھوں میں خون لے کر گھر سے نکلتا ہے تو کیا اُس وقت اُس کے دھیان میں یہ سب باتیں ہوتی ہیں؟ جی نہیں! اُس وقت تو وہ غیض و غضب سے پاگل ہوتا ہے اور اُسے کسی کے سر میں گولیاں اُتارنا ہوتی ہیں۔ ایک پختون کے پاس اس معاملے میں کوئی دوسرا راستہ کوئی دوسرا انتخاب ہوتا ہی

www.pdfbooksfree.pk

نہیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اُس کے ہمسائے اُسے حقارت سے دیکھیں گے، اُس کا باپ اُس کا مذاق اُڑائے گا، اُس کی بہنیں اُس سے نظریں چرائیں گی اور اُس کی بیوی اسے عزت اور محبت نہیں دیگی اور اُس کے دوست..... وہ تو اُسے مار ڈالیں گے۔

ان سب کے مقابلے میں ایک پختون کے لیے یہ بہت آسان ہوتا ہے کہ ایک ایسا جج، جو اُس کی زبان اور اُس کا دل نہیں سمجھتا، اُسے غلط سمجھے، اور ایک ایسا قانون جو اُسے اور اُس کی زندگی کو نہیں سمجھتا، اُسے پھانسی پر لٹکا دے۔ وہ اُس اجنبی جج اور اجنبی قانون کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتا۔ البتہ اپنے لوگوں اور اپنے پیاروں کا فرض ادا کر کے اُن کی نظروں میں سُرخرو ہونا ایک پختون کی نظر میں سب سے زیادہ اہم اور باعزت ہوتا ہے۔

ایک پختون ہر حالت میں اپنے خون کے اصیل ہونے کا ثبوت دے گا۔ چاہے اس سودے میں اُس کا دل ٹوٹے یا اُس کی جان جائے، وہ اپنی بہن یا بیٹی کی عزت کے مجرم کے ناپاک خون میں رنگے ہاتھوں کے ساتھ نہایت اطمینان اور فخر کے ساتھ پھانسی کے چبوترے پر گردن اونچی کر کے چڑھتا ہے۔ اُس وقت اُس کے لوگوں کی تحسین اور احترام سے پُر نظریں اُس پر لگی ہوئی ہوتی ہیں..... وہ تحسین اور احترام، جو پختون ہر اس شخص کے لیے اپنے دلوں میں رکھتے ہیں جو کسی اعلیٰ اصول یا مقصد کے لیے اپنی جان کی قربانی دیدے۔ اُس کے لوگ اُسے دیکھ کر نعرۂ تحسین بلند کرتے ہیں" ہمارا بہادر جوان! ہمارا ہیرو!" اور سفید وگ پہنے ہوئے جج صاحب اعلان فرماتے ہیں، "قانون کا مجرم! قاتل!" اور میں آج تک یہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ اُن دونوں میں سے کون صحیح کہتا ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

یہ رواج، جب اسے علیحدگی میں کام کرنے کا موقع دیا جائے، بہترین کام کرتا ہے۔ اُن قبائلی علاقوں میں، جہاں تقریباً چالیس لاکھ پختون کسی قسم کی عدالتوں، وکیلوں، پولیس، ججوں اور جلادوں کے بغیر زندگی گزارتے ہیں، آپ شاذ و نادر ہی زنا یا دوسرے اس قسم کے جرائم کے بارے میں سُنیں گے۔ بغیر شادی کے مرد اور عورت کے جنسی تعلقات یا گھر سے فرار کے واقعات بھی بہت کم ہوتے ہیں۔ کیوں کہ مخمور و حسین آنکھوں اور شیریں لبوں کے حصول میں خطرہ اور اُن کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اگر یُوں فرار ہونے والا جوڑا شرعی طور پر باقاعدہ نکاح کر لیتا ہے تو اُس کا تعاقب نرم کر دیا جاتا ہے اور اُس مرد کو اس قیمت پر معاف کر دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہی خاندان کی دو یا تین لڑکیاں اس خاندان والوں کو ''سورہ'' میں دیدے جس سے اُس نے ایک لڑکی اغوا کی تھی۔ لیکن اگر وہ اپنی بیوی کا وفادار نہیں رہتا یا اُسے فریب دیتا یا چھوڑ دیتا ہے تو اُس صورت میں وہ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ پاتا۔ اُس صورت میں لڑکی کے نہ صرف گھر والے بلکہ اُس کے قبیلے کے سبھی مرد اور جوان لڑکے اس کا شکار کریں گے۔ اُس کے اپنے گھر والے اور قبیلے والے ایسی بے پختو (گھٹیا، بے غیرتی والی) حرکت کرنے پر اُس سے قطع تعلق کرتے ہیں اور اُس کی مدد یا حفاظت کرنے سے ہاتھ اُٹھا لیتے ہیں۔ کیوں کہ رواج کبھی بھی رواج توڑنے والے کو تحفظ نہیں دیتا۔ رواج توڑنے والا سماج کا باغی ہوتا ہے، اس لئے وہ تنہا اور اکیلا ہوتا ہے اور اُسے اس کی قیمت اپنی جان کی صورت میں ادا کرنی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ ایسے معاملے میں ماں رے جانے والے کے پیارے دوست تک اُس کے جنازے کو کندھا دینے بھی نہیں آتے۔ ہاں ہم مانتے ہیں کہ یہ سب کچھ بہت سنگدلانہ اور ظالمانہ لگتا ہے لیکن

www.pdfbooksfree.pk

پختونوں میں یہ کام ہوتا ہے۔ آخر آپ کسی شیر کو سدھانے کیلئے کُتے کا پٹہ تو استعمال نہیں کر سکتے۔

ایک بات اور بھی ہے۔ پختون ڈاکٹر، نرسیں اور ہسپتال نہیں رکھتے اور یہ بات ثابت ہے کہ سب سے خطرناک اور مضر امراض مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے لگتے ہیں۔ مثال کے طور پر آتشک، سوزاک وغیرہ (Syphilis) پختون اس موذی مرض کا کوئی علاج نہیں جانتے تھے۔ پس انہوں نے اس سے بچنے کے لیے انتہائی تدار کی اقدام کا انتخاب کیا۔ یعنی اُس مرد یا عورت کی سزا فوری موت ہوتی ہے جو کہ سارے قبیلے کی صحت اور زندگی کو خطرے میں ڈالتے ہیں۔ یہ ایک طرح کی غداری یا سبوتاژ کا جرم تھا جس کی سزا آپ کے مہذب قانون میں بھی موت ہی تجویز کی جاتی ہے۔ یعنی گرہ وہی ایک ہے بس ذرا رسی میں فرق ہے۔

پختون زندگی کے ہر پہلو..... موت، پیدائش، شادی، محبت، نفرت اور جنگ..... کیلئے بے شمار رسوم ورواج رکھتا ہے۔ ان سب کو شمار کرنا اور ان کے مقاصد اور وظائف کا ایک مختصر خاکہ کھینچنا بھی یہاں ممکن نہیں۔ البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ سب نہ مکمل اچھے ہیں نہ مکمل بُرے۔ بلکہ اس کا انحصار وقت، موقع محل اور حالات پر ہوتا ہے۔ اور ان سب کے متعلق اتنا کہا جا سکتا ہے کہ وہ زندگی کے اُس انداز، ضابطے اور اُن اقدار کو صحیح وسالم اور محفوظ ودائم رکھنے کی کوششیں ہیں جنہوں نے دنیا کو ایک بہترین جنگجو لیکن بُرا سپاہی دیا ہے۔ کیوں کہ پختونوں کے اکثر رسوم ورواج ان کے یونانی جنگجو آباء واجداد سے بھی زیادہ پرانے ہیں۔ لیکن پختون آج بھی بہت سارے ایسے رسوم ورواج رکھتا ہے جو ہمیں اُس نظام فکر ونظر اور اُس ضابطہ زندگی اور ان اقدار

www.pdfbooksfree.pk

کی تصویر دکھاتے ہیں جنہوں نے سرکش و آزاد منش سکندر اعظم اور اس کے بہادر جنگجوؤں کو پیدا کیا تھا۔ پختون مائیں اپنے کم عمر بچوں سے کہتی ہیں، ''بزدل خود تو مر جاتا ہے لیکن اس کی چیخیں اس کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں۔'' پس پختون بچپن ہی سے اپنے آہوں، آنسوؤں اور چیخوں کو قابو میں رکھنا سیکھ لیتا ہے۔ اسے سکھایا جاتا ہے کہ بہت ساری چیزیں جان سے زیادہ اہم، پیاری اور محترم ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ بڑا ہو کر نہ مرنے سے ڈرتا ہے اور نہ ہی مارنے سے جھجکتا ہے۔ پختون لڑکوں کو رنگین اور نرم و ملائم لباس پہنے اور مہین و خواب ناک موسیقی سننے سے سختی کے ساتھ منع کیا جاتا ہے، کیوں کہ یہ چیزیں ہاتھوں اور آنکھوں میں نرمی اور کمزوری پیدا کرتی ہیں۔ اُسے سکھایا جاتا ہے کہ عقاب پر نظر رکھو اور فاختہ اور بلبل کو بھول جاؤ۔ اُسے اپنے بچوں اور اپنے خاندان والوں کی روح کی نجات کے لیے اپنی محبوب بیوی کو قتل کرنا سکھایا جاتا ہے۔ یہ ایک مسلسل اور لامتناہی سلسلہ ہے۔ ترک انا اور تسلیم و رضا کا اور انسان کا انسانوں کی اُن تمام مقدس حماقتوں کے آگے سر تسلیم خم کرتے رہنے کا۔

میں اور آپ بھی ہر روز ایسا ہی کرتے ہیں۔ ووٹ اور پارلیمانی جمہوریت کے اس دور میں ڈان وان (Don juan) نایاب ہو گئے ہیں اور شریف و معزز اور دانا و عمر رسیدہ روایت پرست بوڑھے ہمارے قوانین اور رواج بناتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے زندگی کی جوانی اور بغاوت کو قابو میں رکھا جا سکے۔ ایک مصور اپنے موقلم کی کئی جُنبشوں اور رنگوں کی کئی ایک تہوں اور سایوں سے ایک تاثر اُبھارتا ہے۔ ایک موسیقار کئی ایک سُروں کے ملاپ سے ایک ساز، ایک نغمہ تخلیق کرتا ہے۔ وہ رنگ جو تصویر کے دوسرے رنگوں کے ساتھ نہیں ملتا اور وہ سُر جو نغمے کے باقی سُروں سے ہم آہنگ

www.pdfbooksfree.pk

نہیں ہوتا، اُس رنگ اور اُس سُر کو اُس تصویر اور نغمے سے نکال باہر کرنا ہی پڑتا ہے، چاہے اُن کا نکالنا کتنا ہی دردناک اور تکلیف دہ کیوں نہ ہو۔

قوانین اور رسوم ورواج انسانوں کو اُن چیزوں سے دور اور محفوظ رکھتے ہیں جو اُن کے لیے ضرورت سے زیادہ اچھے یا ضرورت سے زیادہ بُرے ہوں۔ وہ ایک عمومی سانچہ، ایک معیار بنا لیتے ہیں اور وہ، جو عام لوگوں سے بڑا ہونے کے سبب اُس عمومی سانچے میں نہیں سما سکتا، اُس کی کانٹ چھانٹ، کر کے اسے چھوٹا کر کے اُس میں بند کیا جاتا ہے۔

پختونوں کے رسوم ورواج بھی اتنے ہی اچھے ہیں جتنا کہ تمہارے مہذب قوانین..... اور اتنے ہی بُرے اور ظالمانہ بھی۔ دونوں ہی باغیوں کو برداشت نہیں کرتے اور دونوں ہی کی نشوونما کا انحصار اُن عظیم اشخاص کی سرکشی و بغاوت پر ہوتا ہے جو اتنے بڑے اور جی دار ہوں کہ انہیں کامیابی کے ساتھ توڑ سکیں۔

کیا کریں اور کیا کہیں!..... زندگی ایسے ہی ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

باب(7)

پلوشے(MoonBearms)

خاموشی(silence)

خاموشی پر جب محبت حاوی ہو جاتی ہے
تو وہ نغمے میں بدل جاتی ہے

جب نغمہ سرکشی اختیار کر لیتا ہے
تو شور میں تبدیل ہو جاتا ہے

جب ایک خیال خود پر ایمان لے آتا ہے
تو ایک لفظ بن جاتا ہے

لفظ جب مست ہو کر رقصاں ہو جائے
تو موسیقی میں تبدیل ہو جاتا ہے

www.pdfbooksfree.pk

اور جب موسیقی خوابوں میں کھو جاتی ہے
تو خاموشی میں گُم ہو جاتی ہے
خاموشی ہی آغاز ہے،
اور انجام بھی خاموشی!

قسمت (Fate)

قسمت کسی ساز کے پردوں کی مانند ہے
جو ساز کے تاروں کی گُنگُناہٹ کو گرفت میں لے کر
اُسے تنوع، صورت، احساس اور زندگی دیتا ہے
اس شفاف منشور کی مانند

جو سورج کی سفید روشنی کو گرفت میں لے کر
اسے ان گنت رنگوں اور رنگوں کو لطیف سایوں میں منعکس کرتا ہے

قسمت کے بغیر زندگی ایسی ہے
جیسے سُروں کے بغیر صدا
یک رنگی و یک آہنگی ہی ابدیت ہے
(Monotony is Eternity

www.pdfbooksfree.pk

دانش اور عشق (Wisdom and love)

عقل و دانش محض دو قدم ہی چل سکتی ہے
اُس سے آگے وہ حیرت کے بیابان میں گُم ہو جاتی ہے

حُسن ہی میں پوشیدہ ہے، تمہارے وجود کا وہ ثبوت
جو کہ دل کی آنکھوں کو روشنی اور درخشندگی دیتا ہے

یہاں سے تمہاری کہانی پیچیدہ ہو جاتی ہے
وگرنہ اور جو بھی مسائل اور مشکلات ہوں،

خاموش اور پُرسکون غور فکر سے انہیں حل کیا جا سکتا ہے
عقل و دانش اور ثبوت اور تفکر اور تخیل،
ایمان و ایقان کا مضبوط قلعہ تعمیر کرتے ہیں

امید کا پاک و شفاف آب رواں، زندگی کی راہگزر کو
حسین و دل فریب پھولوں کے جُھنڈ میں سے گزارتا ہے

اس کائنات میں، اس کی ہر شے اور تمام فطری مظاہر میں

www.pdfbooksfree.pk

ایک ڈیزائن، ایک شکل، ایک صورت
ایک توازن، ایک حساب اور تناسُب
اور ایک رنگ اور توانائی اور ایک وظیفہ دیکھا جا سکتا ہے

اس آقائے بریں، خالق کائنات کے دست ہنر کا کمال
اس کائنات کے ہر مظہر، ہر شے اور ہر ذرے میں نمایاں ہے

ہر تے ایک توازن اور آہنگ سے رکھی جاتی ہے
اور غور و فکر سے تشکیل اور تخلیق کی جاتی ہے

یہ وسیع سورج اور روشنی اور ہوا،
سبھی اس دست ہنر کار و خلاق کی گرفت میں ہیں

فکر اور ذہن بس اتنا ہی سفر کر سکتے ہیں
اس کے سارے حیلے، کاریگری اور استادی،

اس کا سارا ہنر اور دانش اور منطق
لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایک گڑیا

www.pdfbooksfree.pk

آپ کا جی بہلائے اور آپ کو لطف و تسکین دے
تو پھر وہ گنبد سے اور یہ منبر
فکر و خیال اور حسن، محبوب اور ''خمار''،

ایک گُم گشتہ اور برباد و تاراج دنیا کو دوبارہ تخلیق کر سکتے ہیں
عقل و دانش ''حدود'' اور ''تناسب و توازن'' کے قیدی ہیں،

اس سے آگے وہ حیرت و استعجاب کے بیابان میں گُم ہو جاتی ہیں

''ساقی'' (Saki)

ساقی کے دونوں ہاتھوں میں شراب کے بھرے خم ہیں
ایک خوشی و انبساط کا اور دوسرا غم و اندوہ کا

اور میں اس کی سخاوت سے اُمید لگائے
اپنا خالی جام لئے اس کے در پر کھڑا ہوں

اے ساقی! لا مجھے بھی پلا
چاہے خوشی و انبساط اور کیف و سرور کی شراب ہو،

www.pdfbooksfree.pk

چاہے غم واندوہ اور حزن وملال کے جام
مرضی تیری، بس اتنا اہتمام کر کہ مسکرا کے پلا

میں تو دیوانہ ہوں، مجھے کوئی پرواہ نہیں
نہ خوشی اور ہنسی کی اور نہ ہی غم اور آنسوؤں کی
لیکن اے ساقی، اے پیارے ساقی
مجھے اپنے میکدے سے پیاسا رخصت نہ کر

یہ چند نظمیں ''دیوانے فلسفی'' کے کلام سے منتخب ہیں۔ آپ نے شائد اس کا نام کبھی نہیں سنا ہوگا۔ نہ ہی پختونوں کی اکثریت اس سے یا اس کی شاعری سے واقفیت رکھتی ہے۔ دیوانہ فلسفی ایک نوجوان پختون شاعر ہے جس نے لکھا تو بہت کچھ ہے لیکن شائع کچھ بھی نہیں کیا ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

باب نمبر(۸)

ملا، جادو اور تعویز منتر لمیٹڈ

(Priest, Majic and Charms Ltd)

میرا دہقان، مہر دیکھنے میں خوب صورت نہیں تھا۔ اس کی سبز آنکھیں اس کے کشادہ منگول چہرے میں دھنسی ہوئی تھیں۔ اس کا چہرہ کالا اور چیچک زدہ تھا۔ اس کے کاندھے بھاری اور طاقتور تھے اور اس کا سینہ کشادہ اور گہرا۔ اس کے سارے بدن میں جو چیز بہترین تھی وہ اس کی ٹانگیں تھیں۔ مہر ایک سانڈ جیسی طاقت اور ویسا ہی حلیہ اور صورت رکھتا تھا۔ اس میں چور اور بے چین آنکھوں کے کناروں سے دزدیدہ نگاہی کرنے کی ایک عادت تھی جس کے سبب مجھے اس سے نفرت تھی اور اکثر اس پر غصہ آتا۔

مہر ہمارے گاؤں کا بہترین دہقان اور بدترین چور تھا۔ پختونوں کے ایک گاؤں کا خان ہونے کی حیثیت سے، جسے اور بہت ساری چیزوں کے علاوہ گاؤں کے امن وامان پر بھی نظر رکھنا ہوتا ہے، میں اور مہر ظاہر ہے کہ ایک دوسرے کے لیے پسندیدہ نہیں تھے۔ اسے ہمارے معاشرے کے رسوم ورواج اور فرنگی قانون سے اتنی ہی نفرت تھی جتنی میں خود اُن سے کرتا ہوں۔ ہم دونوں میں فرق صرف اتنا تھا کہ وہ ہمیشہ انہیں توڑنے کی لذت اُٹھاتا رہا اور مجھے ہمیشہ انہیں اس کی موٹی اور ضدی

www.pdfbooksfree.pk

کھوپڑی میں زبردستی گھسیڑنے کا ناگوار فریضہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ کیونکہ ہمارے رواج اور قوانین چاہے بظاہر کتنے ہی ظالمانہ کیوں نہ ہوں وہ ہماری ثقافت اور تہذیبی و معاشرتی ڈھانچے کو سالم و دائم رکھنے والی قوتیں ہیں۔ ایک مضبوط توانا گھوڑے کے دائم سرکش شباب اور تباہ کن طاقت و توانائی سے لوگوں کو اور خود اس گھوڑے کو محفوظ رکھنے کے لیے اسے مضبوط رسیوں سے باندھے رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مجھے بھی اس پرشباب اور سرکش گھوڑے کو اس کے لوگوں کے قانون کے آگے سرنگوں کرنا پڑتا تھا اور اُسے اس بات سے نفرت تھی۔ مجھے خود بھی اس بات سے نفرت تھی، کیونکہ میں نہ تو کوئی پیغمبر ہوں اور نہ ہی کوئی جرنیل۔ میں تو ایک شاعر ہوں اور ایک پُرشباب و توانا گھوڑے کو اصطبل میں باندھ کر حکماً گھاس چرنے پر مجبور کرنے کی بجائے میں اُسے آزادی، سرمستی اور جوانی کی ساری بانکپن کے ساتھ وسیع سبز میدانوں میں دوڑتا، اچھلتا، کودتا اور ایک سرمست سرعت کے ساتھ دوڑتے دیکھنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔

بہرحال .....ایک دن مہر ٹائیفائیڈ کا شکار ہو کر مر گیا۔ جب میں اس کی عیادت کیلئے اس کے گھر پہنچا تو وہ نزع کے عالم میں تھا۔ اس کا جسم ویسا ہی بھرپور اور توانا تھا لیکن اس کی آنکھیں تھکیں تھکیں اور مضمحل دکھائی دے رہی تھیں۔

اس کے سب گھر والے مایوس اور حواس باختہ تھے۔ میں نے انہیں جتنے ڈاکٹروں کے نام بتائے تھے، وہ مہر کو ان سب کے پاس علاج کرانے لے گئے تھے اور شیشے کی بوتلوں میں بند عجیب و غریب رنگوں والی بدبودار دواؤں پر بہت ساری رقم خرچ کر چکے تھے لیکن سب بے سود۔ پھر اس کی ماں اپنے بیٹے کے توانا جسم کو موت سے لڑتے دیکھ کر چیخی، ''کالا جادو! دیکھو نا، اس کا جسم پہاڑ جیسا بڑا اور مضبوط ہے لیکن پھر بھی بستر پر گر پڑا ہے اور موت کے منہ میں جا رہا ہے۔ اس پر ضرور کسی نے کالا جادو

www.pdfbooksfree.pk

کر دیا ہے۔" اس نے اپنے شوہر سے کہا، "اگر میرے مہر کو کوئی بیماری لاحق ہوتی تو اتنے بڑے بڑے ڈاکٹروں میں سے کوئی تو اسے سمجھ لیتا اور میرے بیٹے کو صحت یاب کر دیتا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کو ٹھیک نہ کر سکا۔ اس لیے کہ میرے مہر کو کوئی مرض نہیں بلکہ اس پر کسی نے جادو کیا ہے۔"

"عورتوں کی احمقانہ باتیں اور توہمات!" مہر کے باپ نے اپنے بیٹے عثمان سے کہا جو کہ قریب ہی پریشان کھڑا تھا۔ یہ سن کر مہر کی ماں بولی، "لو، اس کی سنو۔ یہ سارا سارا دن اپنے خان کے پاس بیٹھ کر اس کی اوٹ پٹانگ باتیں سنتا رہتا ہے اس لیے اسے اب جادو ٹونوں اہ، تعویزوں پر یقین نہیں رہا۔ لیکن کیا تم لوگوں کو یاد نہیں کہ برسوں پہلے عمر کو بھی ایسی ہی ایک بیماری نے بستر پر گرا دیا تھا اور کوئی بھی اس کا علاج نہیں کر سکا تھا۔ پھر وہ پریوں اور جنات والے شاہ صاحب کو لے آئے تھے۔ شاہ جی نے عمر پر کیے گئے شیطانی تعویز کو ڈھونڈ نکالا تھا اور خدا کی مہربانی اور اپنے آقا کے وفادار جنات کی مدد سے اس کا کامیاب علاج کیا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اسے پورا صحت مند ہونے میں بہت عرصہ لگا تھا لیکن عمر آج بھی زندہ اور سلامت ہے۔ کیا تم لوگوں کو یاد نہیں؟ تم اور تمہارا خان جو چاہے کہتے رہو، لیکن شاہ صاحب کے تعویز اور منتر اپنا کام کرتے ہیں اور وہ آس پاس کے دیہاتوں میں بے شمار لوگوں کی جانیں بچا چکا ہے"۔

اس کے بیٹے عثمان نے سر ہلا کر اپنی ماں کی حمایت کی اور کہا، ٹھیک ہے۔ ہم بھی شاہ صاحب کو آزمائیں گے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ہم اسے انگریزی دوائیاں بھی دیتے رہیں گے لیکن شاہ صاحب کو بھی موقع دیں گے۔ کون جانتا ہے کہ مہر کی زندگی کو کون بچا سکتا ہے۔ ہم دونوں کو آزمائیں گے۔"

"ٹھیک ہے لے آؤ، جسے چاہو ہو لے آؤ۔" اس کے بوڑھے باپ نے

www.pdfbooksfree.pk

جھلا کر کہا۔ ''تمہاری ماں کی چُھری جیسی تیز زبان پر لعنت ہو!'' یہ کہتا اور بڑبڑاتا ہوا گھر سے نکلا اور کھیتوں کی طرف چل نکلا۔

عثمان اگلی صبح گھر سے نکلا اور شام تک شاہ صاحب کو لے کر واپس لوٹا لیکن یہ سب کچھ میری بے خبری میں اور مجھ سے چھپا کر کیا گیا کیونکہ میں جادو ٹونے، تعویزوں اور ان چیزوں کا کاروبار کرنے والے پیروں فقیروں کے متعلق حد درجہ سخت نکتہ نظر رکھتا ہوں اور ایسے پیر فقیر اور بابے عموماً میرے قریب آنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ میں ان کے لیے عملاً خطرناک ثابت ہو سکتا ہوں۔ دراصل میں نے کئی بار علی الاعلان اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ کاش کسی دن اس کرامتی شاہ صاحب کی چکنی اور موٹی گردن میری مُٹھی میں آجائے، تب میں دیکھنا پسند کروں گا کہ وہ اپنے جادو اور کرامات سے کیسے اپنی گردن کو میری گرفت سے آزاد کرتا ہے۔

کیونکہ جادو ٹونے اور تعویز منتر وغیرہ کی مدد سے لوگوں کے جملہ مسائل کو حل کرنے کا کاروبار کرنے والے پیر فقیر اور ملا انسان کے بدترین اور مضرترین دشمن ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کی روحوں میں اندھیرے اُتارتے ہیں اور ان کے غور و فکر کرنے کی صلاحیت اور ذہانت کو مردہ کر دیتے ہیں۔ وہ انسان کی فکری بالیدگی کو روکتے اور اس کی عقل اور علم و دانش کے خلاف ہمہ وقت لڑتے رہتے ہیں۔ کیونکہ جہالت اور توہم پرستی ہی ان کی مرغوب غذا اور بے خبری اور بے عقلی ہی ان کے لیے سازگار ماحول ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف سادہ و مفلس دیہاتیوں کی سخت تکلیفوں سے جمع کی ہوئی جمع پونجی سے انہیں محروم کرتے ہیں بلکہ ان کی گراں تر متاع، ان کے فکر و نظر اور عقل و دانش کے بھی چور ہوتے ہیں۔ وہ سادہ لوح پختونوں کو روشنی کے نام پر تاریکیوں کی طرف

www.pdfbooksfree.pk

لیکر جا رہے ہیں اور خدا کے نام پر ان سے شیطانوں کو سجدے کروا رہے ہیں۔ وہ جہالت عقل دشمنی اور فکری جمود اور سڑاند کے مضر ترین جراثیم رکھتے ہیں جو دل و دماغ کو بیمار اور شل کر دیتے ہیں۔ پختون قوم کے لیے ان سے بڑھ کر کوئی مرض، کوئی طاعون نہیں..... اور میں چونکہ اپنے چھوٹے سے گاؤں کے لوگوں کی صحت کا نگراں بھی تھا اس لیے میں اس شاہ جی سے ملنا چاہتا تھا۔

شاہ جی ایک پستہ قد اور دبلا پتلا آدمی ہے۔ اس کے چہرے مہرے سے اس کی شریفانہ پرورش اور تربیت کی علامات نمایاں ہیں۔ اس کی چھوٹی سی خشخشی داڑھی سلیقے سے کنگھی کی ہوئی ہوتی اور اس کے لمبے سفید بالوں میں خوشبودار تیل لگا ہوا ہوتا ہے۔ وہ ملاؤں کی طرح سفید پگڑی پہنے رکھتا ہے اور ایک صاف سفید عبا نما لباس زیب تن کئے رکھتا ہے۔ وہ ہمیشہ حد درجہ سنجیدہ، پُراسرار اور ایک پیغمبرانہ شان کے ساتھ پُرسکون اور بااعتماد رہتا ہے۔ جب شاہ جی آ پہنچا تو سب گاؤں والے احتراماً کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ شاہ صاحب اپنا شجرہ نسب ایک مشہور مذہبی بزرگ کے ساتھ جوڑتا تھا جس کا تقدس اور احترام لوگوں پر لازم تھا۔ وہ سیدھا زنان خانے کے اندر چلا گیا جہاں بہت ساری عورتیں مہر کی چارپائی کے گرد جمع تھیں اور مہر ان کے بیچ درد اور تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ شاہ صاحب زنان خانے میں عورتوں کی صحبت میں بہت خوش رہتے ہیں۔ کیونکہ گاؤں کی عورتیں اسے بے پناہ ہمدردی، تعظیم اور احترام دیتی ہیں اور اس کی بزرگی اور کرامات پر اندھا دھند یقین رکھتی ہیں۔

شاہ صاحب مہر کی چارپائی کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے مہر کی آنکھوں کا معائنہ کیا، اپنے چہرے پر پریشانی کے آثار لا کر کچھ بڑبڑایا اور کہا، ''آہ''۔ چاروں طرف اشتیاق و تجسس کی ایک لہر دوڑ گئی۔ تمام عورتیں گردنیں اونچی کئے خاموشی اور

www.pdfbooksfree.pk

حیرت سے پھٹی نگاہوں کے ساتھ منتظر تھیں کہ شاہ صاحب کیا انکشاف کرنے والے ہیں۔ شاہ صاحب نے سر سے پاؤں تک مہر کے تنومند بدن اور طاقتور جوانی کا جائزہ لیا اور ایک بار پھر با آواز بلند کہا "آہ" اور پھر تھوڑی خاموشی کے بعد کہا، "کوئی لڑکی ہے۔" ایک بار پھر سارے مجمع میں حیرت و اشتیاق کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ مہر کی ماں مطمئن ہوگئی اور ذرا فخر سا محسوس کرنے لگی اور بولی، "دیکھا؟ میں نہ کہتی تھی کہ ہو نہ ہو، میرے گبرو خوبرو بیٹے پر کسی کمینی چڑیل نے جادو کیا ہے؟" تمام بوڑھی عورتوں نے ارد گرد کھڑی جوان اور غیر شادی شدہ لڑکیوں کو بہت غور اور شک کی نظروں سے دیکھا اور وہ بے چاریاں پریشان، شرمندہ اور سراسیمہ ہوگئیں۔ ان سب کے رخسار گلنار ہوگئے اور ان کی رم خوردہ نظریں شرم اور خوف سے جھک گئیں۔

اب شاہ صاحب نے تشریف فرما ہو کر عجیب و غریب نقشوں، چارٹوں اور تعویز منتروں والی ایک کتاب نکال لی۔ پھر ایک سادہ ورق کھولا اور اس پر لکھنا، نقشے اور اشکال بنانا اور آنکھیں بند کر کے کچھ بڑبڑاتے ہوئے دم کر کے پھونکنا شروع کیا۔ اس کا چہرہ پریشانی سے بگڑا ہوا اور بھنویں تنی ہوئی تھیں۔ پھر وہ اچانک جیسے نیند سے بیدار ہوا ہو۔ اس کی آنکھوں سے خوشی اور اطمینان جھلکنے لگا اور پھر مہر کی ماں کی طرف، جو کہ اتنی دیر سے وہاں خاموش کھڑی مضطرب و متجسس یہ دیکھ رہی تھی، کہا "ماں جی میرا علم کہتا ہے کہ تمہارے بیٹے پر کسی لڑکی نے تعویز کیا ہوا ہے۔ ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ ہماری کامیابی کیلئے دعا کرو ماں جی۔" پھر اس نے عثمان کی طرف مڑ کر کہا، "آؤ میرے بچے۔ اپنے ساتھ ایک پھاوڑا لیتے آؤ۔" یہ کہہ کر شاہ صاحب اُٹھا اور زنان خانے سے باہر نکل آیا۔ اس کے باہر نکلتے ہی عورتوں نے دعاؤں اور کلموں سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور مہر پر پھونکنے لگیں۔

www.pdfbooksfree.pk

شاہ صاحب کے ساتھ عثمان اکیلا چل پڑا۔ شاہ صاحب نے کسی اور کا آنا منع کر دیا تھا۔ اس لیے باقی سب لوگ پیچھے رہ گئے۔ باہر کھیتوں میں نکل کر عثمان شاہ صاحب کے کہنے پر کبھی ایک جگہ زمین کھودتا اور کبھی دوسری جگہ اور شاہ صاحب اپنی انگلیوں سے کچھ ٹٹول کر وہاں تلاش کرتا۔ اس طرح دیر تک کئی مقامات پر کھدائی کرنے کے باوجود بھی جب تعویز نہ ملا تو لقو شاہ صاحب ذرا پریشان سے دکھائی دینے لگا۔ عثمان بھی مایوس ہونے لگا۔ آخر شاہ جی نے ایک نئی جگہ اشارہ کر کے عثمان سے کھودنے کو کہا۔ عثمان دس منٹ تک اس جگہ اور آس پاس کھودتا رہا لیکن انہیں کچھ ہاتھ نہ آیا۔ شاہ صاحب اب کسی اور جگہ کی تلاش میں تھا جبکہ عثمان پر آہستہ آہستہ مایوسی، بے یقینی اور جھنجھلاہٹ طاری ہو رہی تھی۔ بہر حال، شاہ صاحب کے حکم پر وہ دوسری جگہ بھی کھود ڈالی۔ شاہ صاحب نے اسے کھدائی روکنے کا اشارہ کیا اور ایسی اداکاری کرتا رہا جیسے اسے خود بھی تعویز تلاش کرنے میں اپنی ناکامی پر ایک اداس سی حیرت ہو رہی ہو، اس نے عثمان سے کہا، ''میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ عثمان بیٹے ایسا کرو کہ اب کی بار تم خود ہی اس کھدی ہوئی جگہ میں وہ تعویز تلاش کرو۔ میں تب تک وہ دوسری جگہ دیکھتا ہوں۔ پتہ نہیں کیوں نہیں مل رہا اس چھنال پر خدا کی لعنت ہو، جانے تعویز کو کہاں دبا رکھا ہے۔''

جب عثمان نے اس کھدی ہوئی جگہ کی مٹی کو انگلیوں سے ٹٹولنا شروع کیا تو اسے مٹی کے اندر تانبے سے بنا ہوا تین انچ کا ایک چھوٹا سا ڈبہ مل گیا۔ اس کا سائز ہی ایسا تھا کہ اسے با آسانی ہتھیلی میں بھی اور جیب میں بھی چھپایا جا سکتا تھا۔ عثمان بے چارہ اسے اٹھا کر خوشی سے چیخا، ''مل گئی شاہ صاحب! یہ رہی تعویز۔'' خوشی اور تحیر سے اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس کا ڈانواں ڈول ہوتا ہوا ایمان شاہ صاحب پر

www.pdfbooksfree.pk

دوبارہ مستحکم ہو گیا تھا۔ اس نے دوڑ کر چیختے ہوئے ساری گاؤں والوں کو تعویز ملنے کی خوشخبری سنائی۔ وہ سب دوڑ کر آئے اور اسے گھیر لیا۔ شاہ صاحب نے ان سب کے سامنے اس ننھی ڈبیا کو کھولا اور اس کے اندر رکھے ہوئے تعویز کا جائزہ لیا۔ پھر کہا ''لعنت ہو اس مردود پر! بے چارہ مہر، اس کے پتلے میں چبھوئی ہوئی ان سوئیوں کو دیکھ رہے ہو نا؟ ان میں سے ہر ایک سوئی بے چارے کے پہلو میں ایک تیز تلوار کی مانند چبھتی ہے۔'' سارے لوگوں پر مہر کا پتلا دیکھ کر خوف اور حیرت کا سناٹا چھا گیا تھا۔ مہر کا باپ بے چارہ بھی یہ سب دیکھ کر استعجاب اور پریشانی کے سبب گُنگ ہو کر رہ گیا تھا۔ یہ خبر جلد ہی زنان خانے تک پہنچ گئی۔ وہ سب خوش بھی ہوئیں لیکن حیران و خوفزدہ بھی۔ شاہ صاحب نے پتلے سے ساری سوئیاں نکال لیں اور اس پتلے کو ان سب کے سامنے جلا ڈالا۔ پھر وہ دیر تک کچھ قرآنی آیات بڑبڑاتا اور مہر کے منہ پر پھونکتا رہا۔ آخر میں اس نے سارے مجمع کو دعائیں اور اس نامعلوم لڑکی یا عورت کو سنگین نتائج اور عبرت ناک سزا کی دھمکیاں دیں اور رخصت ہو گیا۔ مہر کی ماں نے اشک بار آنکھوں اور شکر گزار چہرے کے ساتھ شاہ جی کے پاؤں چھو کر اور مبارک ہاتھوں کو بوسہ دے کر بصد احترام رخصت کیا۔

جب شاہ صاحب زنان خانے سے باہر نکلا تو مہر کی ماں نے اپنے بیٹوں کو چیخ کر حکم دیا کہ شاہ صاحب کو باہر حجرے میں بٹھا کر چائے وغیرہ پلا دیں۔ شاہ صاحب کے سامنے میز پر چائے کے ساتھ انواع و اقسام کے لوازمات سجا دی گئیں۔ عثمان اندر اپنی ماں کے پاس گیا۔ ماں جی نے پرانے بوسیدہ نوٹوں کی ایک گڈی بیٹے کے ہاتھ میں رکھ دی۔ یہ اس غریب خاندان کے برسوں کی محنت مشقت سے جمع کی ہوئی کل پونجی تھی۔ ''یہ رقم شاہ صاحب کو شکرانے کے طور پر دے دو۔'' ماں جی نے

www.pdfbooksfree.pk

عثمان سے کہا۔ ''لیکن ماں، یہ رقم تو ہم نے ہل کیلئے سانڈ خریدنے کے واسطے جمع کر رکھی تھی۔'' عثمان نے احتجاج کیا۔ ''تو کیا سانڈ تمہارے بھائی مہر سے زیادہ اہم ہے؟'' ماں جی نے غضب ناک ہو کر پوچھا۔ عثمان لاجواب ہو کر چپ ہو رہا اور باہر حجرے میں چلا آیا۔ شاہ صاحب کو الگ لے جا کر نہایت عاجزی، عزت اور احترام کے ساتھ وہ نوٹ اس کی مٹھی میں تھما دیئے اور بار بار اس کا شکریہ ادا کرتا رہا۔ شاہ صاحب نے بظاہر بے اعتنائی اور ایک شان کے ساتھ اس غریب کی وہ پونجی قبول کر لی اور کہا کہ وہ یہ رقم ہرگز نہ لیتا لیکن مجبوراً اس لئے لے رہا ہے کہ جب تک شکرانے کی رقم ادا نہ ہو، اس کا عمل اثر نہیں کرتا۔ پھر وہ واپس گھر میں داخل ہوا۔ ایک اور تعویز لکھ کر مہر کے سر کے پاس رکھ دیا اور پھر گاؤں والوں کے جلوس میں بصد عقیدت و احترام وہاں سے رخصت ہو کر اپنے گاؤں چلا۔

اگلی صبح مہر مر گیا۔ چونکہ مہر کے گھر والوں نے اپنی ساری جمع پونجی شاہ صاحب کی نذر کر دی تھی اس لیے مہر کے کفن دفن اور جنازے کیلئے انہیں تھوڑی بہت رقم میں نے دے دی۔ مہر کے باپ نے بھی تھوڑے سے روپے مجھ سے اس ملا کو دینے کے لیے لئے تھے جو مہر کا جنازہ پڑھانے والا تھا۔ اگلے روز اس نے اپنے واحد اور آخری سہارے، اپنی بیل کو بھی ہل سمیت بیچ دیا تا کہ اپنے بیٹے کی مغفرت کیلئے سارے گاؤں والوں کو خیرات کے چاول پکا کر کھلا سکے۔

پیارے قارئین، میں آج بھی اس شاہ صاحب کی تلاش میں ہوں۔ اگر کسی دن آپ اخبار میں یہ خبر پڑھ یا کسی سے سن لیں کہ چارسدہ کے غنی خان کو قتل کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا ہے تو آپ جان لیں کہ میری شاہ صاحب سے ملاقات ہو گئی ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

باب(۹)

انتقام

شیر خان ایک کمزور اور دین دار خان کا بیٹا تھا۔ جس کے بہت سارے اور چچا زاد بھائی تھے۔ وہ سب زمینوں، طاقت اور برتر حیثیت کے لیے سچے پختون بھائیوں کی طرح آپس میں مدمقابل رہتے تھے۔ لیکن شیر خان کے باپ کو کوئی تنگ نہیں کرتا تھا، کیونکہ وہ اُن سب میں کمزور تھا اور دنیاوی مال و جائیداد اور طاقت اور برتری کے حصول میں اُن کا حریف بھی نہیں تھا۔ چونکہ وہ اس دنیا میں کمزور اور بے حیثیت تھا۔ اس لیے اُس کی ساری خواہشات اور تگ و دو کا مرکز اگلا جہان تھا۔ وہ گاؤں کے ملا جیسا لباس پہنتا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں بندوق اور پستول کی بجائے تسبیح اور مسواک ہوتے تھے۔ اور گاؤں کے حجرے کی بجائے وہ اپنا زیادہ تر وقت گاؤں کی مسجد میں گزارا کرتا تھا۔ اُس کے دماغ میں اپنے طاقت ور بھائیوں اور چچازادوں کا خوف، خوف خدا کے ساتھ گھل مل گیا تھا۔ وہ چھوٹا بزدل ایک بڑا بزرگ بننے کی کوشش کر رہا تھا جس کے نتیجے میں وہ اپنی حس مزاح سے (Sense of Humour) محروم ہو گیا تھا۔ وہ نسوار، سیگریٹ اور چیلم کے استعمال کے خلاف تبلیغ کرتا۔ بڑی اور متاثر کن داڑھی رکھتا تھا اور اُسے کسی نے کبھی مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔ اُس نے اپنی جگر کی

www.pdfbooksfree.pk

کمزوری کو روح کی نیکی اور تقویٰ سمجھ لیا تھا اور اس مغالطے کا خمیازہ اُس کی بیوی بے چاری کو بھگتنا پڑا۔

لیکن اس کمزور خان کو خدا نے شیر خان جیسا بیٹا دیا جو کہ جسمانی طاقت کا ایک پہاڑ اور بھرپور جوانی اور مردانگی کا نمونہ تھا..... اُس پُر شباب اور توانا عورت کے خوابوں اور آرزوؤں کا ایک عکس، جس کی شادی کسی کمزور اور مریل مرد سے ہوئی ہو۔ شیر خان جب اٹھارہ اُنیس سال کا ہوا تو بے حد تنومند، طاقت ور اور سرکش و مغرور تھا۔ اس کا روّیہ اپنے کمزور اور بوڑھے باپ کے ساتھ حقارت آمیز گستاخی کا اور اپنی محبت کرنے والی ماں کے ساتھ بے پروائی اور بے نیازی کا تھا۔ لیکن وہ دونوں پرستش کی حد تک اُس سے محبت کرتے تھے اور اُس پر جان چھڑکتے تھے۔

شیر خان کے باپ کو اپنے بیٹے میں وہ سب کچھ نظر آتا تھا جن کی وہ خود میں شدید کمی محسوس کرتا تھا..... حاوی اور فاتح ہونے والی طاقت اور دلیری، حاکمانہ اور فاتحانہ خود اعتمادی اور غرور، خوبصورت چہرہ اور دلآویز نقوش اور روشن و رقصاں آنکھیں۔ اس کی ماں کو اُس کے مردانہ اور تحکمانہ آواز کی صورت میں ایک بہت خوش گوار تبدیلی محسوس ہوتی، جو کہ ساری عمر اُس کے باپ کی مریل فریادی باتیں سننے کی عادی رہی تھی۔ چنانچہ اُس کے ماں باپ، دونوں ہی اُس سے والہانہ محبت کرتے تھے۔ لیکن شیر خان اُن سے بہت بے مروتی کا اور سنگ دلانہ سلوک کرتا تھا البتہ اپنے گاؤں کے نوجوانوں کے ساتھ وہ بہت دوستی اور محبت رکھتا تھا۔ اُن کے ساتھ باہر حجروں میں کھاتا، پیتا، جوا کھیلتا، ساز و سرود سنتا اور رات کو اُن کے ساتھ باہر حجروں میں سوتا۔ یوں وہ گاؤں کے لڑکوں بالوں اور نوجوانوں میں بے حد مقبول تھا۔ شیر خان

www.pdfbooksfree.pk

اُن کی محبت، احترام اور عقیدت جیتنے کا فن بھی جانتا تھا اور اُس محبت اور عقیدت کو اپنے حق میں استعمال کرنے کا ہنر بھی۔

شیر خان میں ان خوبیوں کو سب سے پہلے بھانپنے والا اُس کا چچا دلیر خان تھا۔ دلیر خان ایک زور آور خان اور ایک بوڑھا شیطان تھا۔ اُس کا چہرہ بڑا اور ہنس مکھ تھا اور اُس کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور چالاک تھیں۔ وہ ایک بہترین شکاری اور ایک زبردست کھانے اور کھلانے والا تھا اور اسی لئے ہمیشہ مقروض رہتا تھا۔ وہ بہت سخی اور مہمان نواز تھا اور اپنے ہاں آنے والے ہر مہمان کو اپنی گرجدار اور بھرپور آواز میں بہت گرمجوشی اور خوشدلی سے خوش آمدید کہتا۔ اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع اور تعریف وتوصیف میں مبالغے کی حد تک جانا اُس کی عادت تھی۔ دلیر خان ایک ایسا بدمعاش شیطان تھا جو کہ لوگوں میں بہت مقبول اور ہر دلعزیز تھا۔ دلیر خان کو اپنا دین دار اور ناتواں بھائی اس لیے بہت بُرا لگتا تھا کہ وہ اُسے ہر وقت موت اور شیطان اور دوزخ کے عذاب کی باتیں سنایا کرتا تھا۔ کوئی بھی خوش مزاج اور زندہ دل شخص ان باتوں کا یاد دلایا جانا اور سننا زیادہ پسند نہیں کرتا۔ دلیر خان کو اپنے ملا بھائی کی فطرت تنگ نظری اور کمینگی، حسد اور انتقام پر مبنی نظر آتی تھی اور اس کا خیال تھا کہ اُس کا بھائی اُسے دکھ اور اذیت دینے کے لیے یہ سب کچھ قصداً کہتا رہتا ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنے تقویٰ دار بھائی کو گاؤں کے کھیتوں، باغوں اور حجروں سے بھگا کر مسجد نشین ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب دلیر خان گاؤں کا بے حریف خان تھا اور اُس کا بھائی، شیر خان کا باپ گاؤں کا بے حریف پرہیز گار و دین دار ملا بن گیا تھا۔ دلیر خان بڑی بڑی دعوتیں کرتا اور شکار کھیلتا اور اپنے دوست احباب کو ساز و سرود کی محفلوں اور بھرپور ضیافتوں کے ذریعے

www.pdfbooksfree.pk

خوش رکھتا تھا۔ جبکہ اس کا بھائی نمازیں پڑھتا، ذکر اذکار کرتا، دعائیں مانگتا رہتا او ربڑے بڑے لفظوں میں چھوٹی چھوٹی نیکیوں کی تبلیغ کرتا رہتا۔

آخر ایک دن دلیر خان کا چچازاد بھائی قربان خان اُس قتل کی پاداش میں عمر قید کی سزا کاٹنے کے بعد جیل سے رہا ہو کر گاؤں آ گیا جو اُس نے کیا ہی نہیں تھا۔ لیکن بہر حال قربان خان سارے علاقے میں اپنی دلیری اور بے خوفی کے لیے مشہور ہو چکا تھا اور گاؤں والے اُس کی بہادری، جی داری اور ایمانداری کے قصے سناتے نہیں تھکتے تھے۔ اُس نے ایسے ہی ایک لڑائی میں گولی چلادی تھی جو کہ غلطی سے دلیر خان کے باپ اور قربان خان کے اپنے چچا کی ٹانگ میں لگی تھی۔ اُس بُردبار بوڑھے چچا نے تو اُسے معاف کر دیا تھا (اس لیے کہ قربان خان کی وہ حرکت دیدہ ودانستہ نہیں تھی بلکہ واضح طور پر غلطی کا نتیجہ تھی) لیکن پختون قبائلی روایات نے اُسے معاف نہیں کیا تھا۔ دلیر خان کے باپ کا خون بہہ چکا تھا اور وہ خون چیخ چیخ کر دلیر کو انتقام پر اُکسا رہا تھا .....اپنے خون، اپنے بوڑھے باپ کے خون کا انتقام!

اس ناکردہ گناہ کی پاداش میں چودہ سال جیل میں گزارنے کے بعد قربان خان کا خیال تھا اُس نے اپنے تمام گناہوں کی سزا اس صورت بُھگت لی ہے اور جیل سے واپس آ کر وہ ایک پاک صاف، ایماندار اور پُرامن شہری بن گیا تھا جس کا دل دوستانہ شفقت اور محبت سے لبریز تھا۔ گاؤں والے ہر وقت اُس کے گرد جمع رہتے۔ وہ اُن کا ہیرو بن گیا تھا۔ انہوں نے قربان خان کو ایک سیدھا سادہ، منکسر المزاج، مشفق ومہربان اور شائستہ وشریف آدمی پایا۔ وہ اُس کی دلاوری اور سربازانہ کارناموں کے بارے میں سوچتے اور پھر اُس کی نرم ومہربان اور مسکراتی ہوئی آنکھوں کو دیکھتے اور اُس

www.pdfbooksfree.pk

سے پیار کرتے تھے۔

یوں آہستہ آہستہ دلیر خان کا حجرہ ویران ہوتا گیا اور گاؤں کے مرد اور جوان اب قربان خان کے حجرے میں بیٹھ کر اُس کی رونق بڑھانے لگے۔ اگرچہ دلیر خان گاؤں والوں اور یار دوستوں کی بہت زیادہ ضیافتیں اور خاطر تواضع کرتا، انہیں شکار کا گوشت کھلواتا، اُن پر بے دریغ روپے پیسے خرچ کرتا اور اُن کی شاہانہ دعوتوں کے لیے بلا تردد قرضے لیتا رہتا لیکن اس سب کے باوجود گاؤں کے وہ لوگ جن کی صحبت دلیر خان چاہتا تھا، سب جا کر قربان خان کے حجرے میں اُٹھنے بیٹھنے اور قربان خان ہی کی صحبت میں رہنے لگے تھے۔ دلیر خان اب بھی گاؤں کے لیے دعوتوں کا اہتمام کرتا اور انہیں اپنے دسترخوان پر بیٹھے بھیڑوں اور بکریوں کا بھنا ہوا گوشت کھاتے دیکھتا لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ سب لوگ اُس کے لیے نہیں بلکہ اُس بھنے ہوئے گوشت کے شوق میں اُس کے حجرے کا رُخ کرتے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی دسترخوان پر بیٹھ کر کھانے والوں میں ایک بھی قابل اعتماد دوست نہیں بلکہ سب کے سب خوشامدی، خودغرض اور مطلبی تھے۔ جبکہ قربان خان کا دسترخوان اگرچہ بہت سادہ اور عام کھانے سے سجا ہوتا تھا لیکن اس پر بیٹھے ہوئے اور کھانے والے سبھی مہمان ایماندار، مخلص اور قابل بھروسہ اور اُس کے سارے نوکر اور بندوق بردار وفادار، بہادر اور جانثار تھے۔ دلیر خان کو قربان خان کے چہرے کی شفیق مسکراہٹ تک سے نفرت ہوگئی کیونکہ وہ اسے اپنی مقبولیت، حیثیت اور خانی کیلئے ایک خطرہ بنتی محسوس ہوئی۔

پھر شیر خان بڑا ہوگیا اور ایک صحت مندہ مضبوط اور دلیر جوان بن گیا۔ دلیر خان اُس کی بے خوف بھوری نیلی آنکھوں میں جھانکتا اور کانپ اُٹھتا۔ وہ شیر خان کے

www.pdfbooksfree.pk

حجرے سے بلند ہوتی نوجوانوں کی زندگی اور جوش سے بھرپور جواں قہقہوں اور گانے کی آوازیں سنتا اور دوسری طرف اپنے حجرے میں بوڑھے اور کمزور خوشامدیوں کے کھانسنے کھنکھارنے کی آوازیں سنتا تو اُس کا دل ڈوبنے لگتا۔ وہ اپنی پستول پر ہاتھ پھیرتا اور اپنے پانچ سالہ بیٹے کو دیکھتا۔ وہ اُس کے معصوم چہرے کو دیکھتا اور اُس سے کہتا، ''دلاور، میرے بیٹے، تم ہی اس گاؤں کے خان بنو گے، چاہے اس کیلئے مجھے اپنی روح تک کا بھی سودا کیوں نہ کرنا پڑے۔''

اگلے دن دلیر خان نے شیر خان کو اپنے گھر بلایا، اس کی دعوت کی اور اُسے اپنا ریوالور تحفے میں دے دیا (یعنی وہ بہترین اور پسندیدہ ترین تحفہ جو آپ کسی پختون کو دے سکتے ہیں)۔ کھانے کے بعد وہ دیر تک شیر خان کے ساتھ بیٹھ کر ہنسی مذاق اور شفقت و محبت کی باتیں کرتا رہا، اُس کی خوب خاطر مدارت اور دل جوئی کی اور اُس سے اپنے ہم عمر و ہم مرتبہ کا سا سلوک روا رکھا۔ ان سب باتوں کا نوجوان شیر خان کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا جو کہ تمام عمر اپنے متقی باپ کی زاہدانہ نیکیوں اور مبلغانہ نصیحتوں کا عادی تھا۔ اُسے یہ سب کچھ بہت اچھا لگا۔ اپنے زندہ دل و خوش مزاج اور بے دریغ خرچ کرنے والے چچا کی محبت اور عزت اُس کے دل میں بیٹھ گئی۔ اُس کے بعد دلیر خان شیر خان پر بے تحاشا توجہ، محبت اور دولت کی بارش کرنے لگا۔ اکثر اس کی اور اُس کے دوستوں کی دعوتیں کرتا، انہیں بھیڑ کا بھنا ہوا گوشت کھلاتا اور سیر و شکار کی پارٹیوں پر لے کر جاتا۔ وہ اپنے دشمنوں کے خلاف اُس کان بھرتا رہتا۔ وہ شیر خان کو اپنے پاس رکھتا اور اُسے آس پاس کے بڑے خوانین سے ملاتا اور اُسے اپنے ساتھ دور دراز دیہاتوں اور پہاڑوں میں سیر اور شکار کیلئے لے کر جاتا۔ دلیر خان نوجوان شیر کو بیٹے

www.pdfbooksfree.pk

کا سا پیار اور توجہ دیتا اور اس کی باتوں کو ایک دوست کی طرح سنجیدگی سے سنتا۔ اسے اچھی سے اچھی عذائیں کھلاتا اور اُس کے آرام اور خوشی کے لیے فکر مند رہتا۔ اُس کی حماقتوں پر پیار سے مسکراتا اور اُس کے لطیفوں اور مذاق کی باتوں پر خوب ہنستا۔ مختصر یہ کہ دلیر خان نے شیر خان کے دل میں اپنے لئے احترام اور محبت پیدا کرنے کے لیے سب کچھ کیا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو گیا۔ شیر خان کے دل میں جلد ہی اپنے چچا کے لیے اس قدر مانوسیت اور محبت پیدا ہو گئی کہ وہ اُسے اپنا سب سے قریبی عزیز اور سب سے پیارا دوست سمجھنے لگا۔ جب دلیر خان کو یقین ہو گیا کہ وہ اپنے نوجوان بھتیجے کا دل جیت چکا ہے اور اب وہ اُس کی ہر بات پر یقین کرے گا تو اُس نے شیر خان کو اُس کے دادا کی نیک دلی، سخاوت، بڑے دل اور بہادری کی کہانیاں سنانا شروع کر دیں اور اُس مرحوم بوڑھے کی تصویر میں وہ سب رنگ بھر دیئے جن کا شیر خان شیدائی تھا اور جب اُسے اطمینان ہو گیا کہ اب شیر خان کے دل میں اپنے اُن دیکھے دادا کے لیے بے پناہ محبت پیدا ہو گئی ہے تو اُس نے شیر کو بتا دیا کہ اس کے دادا کو قربان خان نے محض اسے بے عزت کرنے کے لیے بے گناہ قتل کر دیا تھا۔ اُس کا منصوبہ کامیاب رہا۔ شیر خان کے دل میں غیض و غضب کی آگ بھڑک اُٹھی۔ دلیر خان مطمئن ہو گیا۔ ''لیکن میں نے سنا تھا کہ وہ محض ایک حادثہ تھا اور دادا جان نے خود بھی قربان خان کو معاف کر دیا تھا۔'' شیر خان نے کہا۔ ''حادثہ؟'' دلیر خان نے حقارت آمیز لہجے میں کہا، ''ہاں ایسے حادثے اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ دراصل جب کوئی اپنے ساتھ کی گئی زیادتی کا بدلہ لینے کی طاقت اور ہمت خود میں نہیں پاتا تو اُس کے لیے یہی بہترین طریقہ ہوتا ہے کہ اسے حادثہ قرار دے کر اس کا انتقام لینے کی ذمہ

www.pdfbooksfree.pk

داری سے اپنے آپ کو بچالیا جائے۔تم سمجھتے ہونا؟ اُس وقت میں اور تمہارا باپ مجبوراً اُسے ایک حادثہ مان کر خاموش ہو گئے تھے۔اس وقت تمہارا باپ اس قدر کمزور اور پست ہمت اور میں اتنا کم عمر تھا کہ ہم تمہارے دادا کے قتل کا انتقام نہ لے سکے۔'' شیر خان کے ہونٹ غصے اور حقارت سے کانپنے لگے،''تم لوگ اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے سے خوفزدہ تھے؟'' دلیر خان نے اُس کے کاندھے پر اپنا ہاتھ رکھا کر اور کہا،''تم ہی یہ کام کر سکتے ہو میرے شیر میں تمہارے ساتھ ہوں۔اور اگر تم نے اپنے دادا کا بدلہ لے لیا تو میں تمہیں کینداس گاؤں انعام کے طور پر دوں گا۔'' ''میں تم لوگوں کو دکھا دوں گا کہ میں اپنے باپ کی طرح انتقام لینے سے نہیں ڈرتا۔'' شیر خان نے غضبناک لہجے میں کہا اور چلا گیا۔

اُس رات شیر خان جاگتا رہا۔اُس کی جوان اور خوبصورت بیوی اُس کے پہلو میں لیٹی ہوئی تھی لیکن وہ اُس سے بے نیاز اپنے جگری دوستوں، کینداس گاؤں کی زمینوں اور اپنے بہترین اور پیارے دادا کے بارے میں سوچتا رہا۔ یہ ایک سرد اور خوفناک رات تھی۔ باہر بارش اور طوفانی ہواؤں کا شور تھا۔قربان خان اپنے حجرے میں بیٹھا ہوا آگ سلگا رہا تھا اور اپنے نوکروں کو کوئی کہانی سنا رہا تھا۔''.....تو اُن دنوں میں جوان اور میرا دل مست تھا اور میرا خیال تھا کہ ساری دنیا میری ہے۔ جو کوئی مجھ سے اختلاف کرنے یا میری بات نہ ماننے کی جرأت کرتا، میری نظروں میں اُسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ایک دن زنگی نے میرے ساتھ بحث اور تلخ کلامی کی اور میں نے لوگوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں اُسے قتل کر دوں گا۔اگلے دن میں اپنی قسم پوری کرنے گیا اور اُس پر گولی چلادی لیکن غلطی سے اپنے پیارے چچا کو زخمی کر دیا۔ جب

www.pdfbooksfree.pk

مجھے پتہ چلا کہ میری گولی زنگی بد بخت کی بجائے میرے اپنے چچا کو لگی ہے تو مجھے اتنا دکھ اور اس قدر شرمندگی ہوئی کہ میں اپنے آپ کو مارنے پر تیار ہو گیا تھا۔ لیکن پیارے چچا نے میری غلطی کو سمجھ کر مجھے معاف کر دیا۔ ایک ماہ بعد یوں ہوا کہ کسی نے زنگی کو قتل کر دیا۔ اُس کے بھائیوں نے اُس کے قتل کا الزام میرے سر تھوپ دیا۔ چونکہ میں نے ایک ماہ پہلے بھرے بازار میں زنگی کو جان سے مارنے کی قسم کھائی تھی۔ اس لیے جج نے مجھے بیس سال قید کی سزا سنا دی اور آس پاس کے علاقے میں میری یہ شہرت پھیل گئی کہ قربان خان اپنی بات کا پکا اور قسم پوری کرنے والا مرد ہے۔ میں نے کوئی فریاد یا احتجاج نہیں کیا اور جیل چلا گیا۔ زنگی کے نام پر میں نے اپنے تمام عمر کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا۔"

"لیکن خان،" غلام خان نے کہا، "پھر بھی آپ کو اپنی حفاظت کرنی چاہیے۔" قربان خان مسکرایا اور بولا، "ہاں میں جانتا ہوں کہ موت ہی آخری قیمت ہے اور میں یہ قیمت بھی ادا کرنے کو تیار ہوں۔"

اُس لمحے حجرے میں دو مہمان داخل ہو گئے۔ اُن کے کاندھوں پر بندوق لٹک رہے تھے۔ قربان خان نے اُٹھ کر اُنہیں مسکراتے ہوئے خوش آمدید کہا اور مصافحے کے بعد اُن سے پوچھا، "میرے دوستو، کہاں سے آ رہے ہوں؟" اُنہوں نے کہا، "خان ہم پاتا گاؤں سے آئے ہیں۔ ہم اپنی گم شدہ گھوڑی کی تلاش میں گاؤں گاؤں پھر رہے ہیں۔ اب رات سر پر آ گئی تو ہم آپ کے حجرے میں رات گزارنے چلے آئے۔" اتنا کہہ کر وہ خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گئے۔ قربان خان کے سارے نوکر اور دہقان ایک ایک کر کے سب اپنے گھروں کو رخصت ہو گئے۔ قربان خان بھی

www.pdfbooksfree.pk

اُٹھا اور مسکرا کر مہمانوں سے کہا، ''یہ آپ لوگوں کا اپنا گھر ہے۔ میں اندر جا کر دیکھتا ہوں اور جو کچھ آپ کی قسمت میں لکھا ہے، کھانے کے لیے لے آتا ہوں۔''

ذرا دیر بعد وہ واپس آیا تو اُس کے ہاتھوں میں ایک بڑی ٹرے کھانوں سے اور اُس کی آنکھیں مسکراہٹ سے بھری ہوئی تھیں، ''آؤ دوستوں، آپ کی قسمت اور میرے گھر میں جو کچھ موجود تھا، آپ کے سامنے حاضر ہے۔'' مہمانوں میں سے ایک اُٹھا اور قربان خان کی مسکراتی آنکھوں کے عین درمیان میں گولی مار دی۔ دوسرے نے بھی اپنی بندوق اُٹھائی اور قربان خان کے سر اور گردن پر گولیاں چلا دیں۔ قربان خان کے ہاتھوں سے اُن مہمانوں کا کھانا گر گیا اور پھر وہ خود بھی زمین پر گر پڑا۔ وہ اجنبی مہمان حجرے سے باہر دوڑے۔ باہر شیر خان اُن کے انتظار میں تیار کھڑا تھا۔ تینوں مل کر کھیتوں اور باغوں میں اندھا دُھند دوڑتے گئے۔ گاؤں سے نکل کر وہ پہلے سے تیار گھوڑوں پر سوار ہو کر فرار ہو گئے..... موت اور فرض سے، غرور اور حماقت سے۔

اگلے دن شیر خان واپس گاؤں آیا اور اپنے چچا کے جنازے میں شرکت کی۔ اس دوران دلیر نے خفیہ طور پر قربان خان کے بھائیوں کے پاس جا کر انہیں بتا دیا تھا کہ قربان خان کا قاتل شیر خان ہے۔ یُوں اُس بوڑھے شیطان نے قربان خان کو قتل کر کے اپنے راستے سے ہٹانے، شیر خان کو پھانسی پر چڑھانے اور اپنے کم سن بیٹے دلاور کے لیے گاؤں کی خانی کا میدان خالی کرنے کے منصوبے کو کامیابی کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچایا۔

شیر خان کو چودہ سال قید با مشقت کی سزا سنائی گئی۔ وہ ایک باوقار قیدی ثابت ہوا اور سات سال بعد ہی رہا ہو کر واپس گاؤں آ گیا۔ وہ جیل سے باہر نکلا تو پہلے

www.pdfbooksfree.pk

سے زیادہ مضبوط، سرکش اور جی دار تھا۔ دلیر خان نے اُس کے اعزاز میں ایک بڑی ضیافت کا اہتمام کیا۔ شیر خان نے اُس کی دعوت قبول کر لی۔ کیونکہ وہ اپنے اُس چچا کے لیے اپنی شدید نفرت کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا جس نے اُس کی پُر خلوص دلی محبت اور احترام کو اپنے خود غرضانہ مقاصد کیلئے استعمال کر کے اُس سے بہت بڑا فریب کیا تھا اور اُسے اپنے ناپاک مقصد یعنی قربان خان جیسے اچھے شخص کے قتل کے لیے ایک آلے کے طور پر استعمال کیا تھا۔ اُس نے دلیر خان کے پاس جا کر اُسے اُس کا وعدہ یاد دلایا کہ اس نے کہا تھا کہ اگر شیر خان خاندان کی عزت کی خاطر قربان خان کو قتل کر دے تو انعام کے طور پر وہ اُسے کینداس گاؤں کی زمینیں دے گا۔ دلیر خان نے جواب میں اُسے بتایا کہ ان زمینوں کی ملکیت میں قربان خان کے بھائی بھی شریک ہیں اور وہ اتنے طاقتور ہیں کہ اُن کی مرضی کے بغیر وہ اُسے وہ زمینیں دے کر اُن کی دُشمنی اور غیض و غضب کا خطرہ نہیں مول لے سکتا۔ دلیر خان کے اس وعدہ خلافی پر شیر خان کچھ دیر اُسے خاموشی لیکن شدید نفرت اور غصے سے دیکھتا رہا اور پھر کہا، ''تم نے میرے ہاتھوں اپنے ہی چچا کا خون کر دیا ہے اور خدا کی قسم تمہیں اس فریب اور وعدہ خلافی کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔'' دلیر خان نے اپنے پستول پر ہاتھ رکھا اور تلخ ضدّی لہجے میں کہا۔ ''میں اپنے ہی بھائی کو قتل کرنے کے بدلے میں کسی کو پورا گاؤں کیسے دے سکتا ہوں؟ ان سات سالوں میں تم بھی زیادہ عقلمند ہو گئے ہو شیر اور میں بھی۔ لیکن تم یہ بھول رہے ہو میرے پیارے اور نوجوان بھتیجے کہ ایک پختون اپنی جان دینے کے لیے تو راضی ہو سکتا ہے لیکن اپنی عورت یا زمین چھوڑنے کے لیے ہرگز نہیں۔''

شیر خان سمجھ گیا۔ وہ دلیر خان کے ہاں سے چلا آیا اور انتظار کرتا رہا۔ اُسے

www.pdfbooksfree.pk

ایک کم عمر لڑکے کو دلیر خان پر گولی چلانے کے لیے تیار کرنے میں تین مہینے لگے۔ ایک دن دلیر خان اس حالت میں مردہ پایا گیا کہ اُس کا ہاتھ اپنے پستول پر تھا۔ شیر خان اُسی دن سے مفرور ہے۔ اب وہ آزاد قبائلی علاقوں کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں سختیوں، خطرات اور گوبر کے درمیان زندگی بسر کر رہا ہے۔ اُس کی آواز اپنے جوان آہنگ اور زور و مستی سے اور اُس کی آنکھیں غرور سرکشی سے محروم ہو چکی ہیں۔ پندرہ سال ایک لمبا عرصہ ہوتا ہے اور سختیوں اور خطرات اور سزاؤں سے بھرے پندرہ سال اس سے بھی طویل تر۔ وقت اور حالات نے شیر خان کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اب اُس کا غرور اور سرکشی نرمی اور انکسار میں بدل گئی ہے۔ اُس نے اب منت سماجت کرنا سیکھ لیا ہے۔ اب وہ دوسروں کو زخم اور دُکھ دینے سے گریز کرتا ہے کیونکہ وہ خود ان چیزوں کو سہہ چکا ہے۔ اب وہ ہمدرد اور نرم دل ہو گیا ہے، اپنے مرحوم چچا قربان خان کی طرح، جسے اُس نے اپنے ہاتھوں سے بے گناہ قتل کر دیا تھا۔

اور اب قربان خان کا بڑا بیٹا جوان ہو گیا ہے..... ایک خوبرو، مست و مغرور، بے خوف اور دلیر جوان۔ وہ اپنے چچا شیر خان سے نہیں ڈرتا، چاہے وہ کتنا ہی زور آور اور خطرناک ہو۔ ایک نہ ایک دن ان دونوں کا بھی آمنا سامنا ہو گا اور پھر وہی کہانی دُہرائی جائے گی۔

انتقام اور موت، موت اور انتقام..... مسلسل اور ہمیشہ!

www.pdfbooksfree.pk

باب نمبر (۱۰)

سیاست

پختون کی سیاست مال وزر اور طاقت، حرص و ہوس اور خواہشات کے گرد گھومتی ہے..... جیسے آپ لوگوں کی یا ساری دنیا کی سیاست، لیکن چونکہ وہ اپنی رگوں میں گرم تر خون رکھتا ہے اور اپنے سر میں زیادہ بلبلے رکھتا ہے، اس لیے اُس کی سیاست زیادہ پُر جوش اور زندگی سے بھرپور ہوتی ہے۔ سیاست آج وہی وظیفہ سرانجام دے رہی ہے جو آج سے پانچ سو سال پہلے مذہب سرانجام دیتا تھا۔ دونوں ہی انسانوں کے بنائے ہوئے نظام ہیں جن کے ذریعے لوگ چند دانا، چالاک اور جذبات سے عاری بوڑھوں اور مخلص و پُر جوش احمقوں کو اپنے اوپر حکمرانی کا اختیار دے کر اپنی حماقت کی قیمت ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لازم ہے کہ ہر شخص یا تو حکمرانی کرے یا پھر دوسرے حکمرانوں کا حکم مانے اور اگر آپ شاعر یا دیوانے نہ ہوں تو آپ کے لیے کوئی تیسرا راستہ نہیں۔

پختون طبیعت کے سادہ، عقل کے موٹے اور قابل بھروسہ ہوتے ہیں۔ ہر پختون نہ صرف خود کو سکندر اعظم سمجھتا ہے بلکہ باقی سب لوگوں سے بھی یہی توقع کرتا ہے کہ وہ بھی اسے سکندر اعظم ہی سمجھیں اور ساری دنیا بھی اس کا اعتراف کر لے۔ اس

www.pdfbooksfree.pk

کا نتیجہ چچازاد اور چچازاد کے بیچ، بھائی اور بھائی کے بیچ، ہمسائے اور ہمسائے کے بیچ اور بعض اوقات باپ اور بیٹے کے بیچ مسلسل لڑائی جھگڑوں اور دشمنیوں کی صورت میں نکلتا ہے۔ صدیوں اور نسلوں سے یہی خرابی پختونوں کی بربادی اور زوال کی سب سے بڑی وجہ رہی ہے۔ پختون آج تک ایک بڑی قومی ریاست بنانے میں اس لیے ناکام رہے ہیں کہ پختونوں کے ہر گھر میں ایک محمد علی جناح ہوتا ہے جو کہ اپنے گھر کو برباد کرنا اور جلانا پسند کر لے گا لیکن اُس پر اپنے دوسرے بھائیوں کی حکمرانی کبھی برداشت نہیں کرے گا۔

شدّت، سرمستی اور تشدّد سے بھرپور مزاج، فاتحانہ اور حاکمانہ فطرت اور بے کنار جہالت اور جدید تعلیم و شعور سے محرومی ہی پختونوں کے واحد ذرائع تحریک (Source of inspiration) ہیں۔ ایک پختون جب دہلی کا لارڈ میئر نہیں بن سکتا تو وہ دہلی سے نفرت کرنے لگتا ہے اور اپنے گاؤں کی اُس دو ایکڑ آبائی زمین سے والہانہ محبت کرنے لگتا ہے جہاں وہ ایک لارڈ میئر ہی کی طرح اپنا حکم اور اپنی مرضی چلا سکتا ہے اور وہ چلاتا بھی ہے۔ اسے اپنی آزادی بہت پیاری ہوتی ہے لیکن کسی دوسرے کو اس کی آزادی دینا پسند نہیں کرتا..... پختون واقعی ایک سچا ڈیموکریٹ ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ اُتنا ہی اچھا اور طاقتور ہے جتنا کہ کوئی بھی دوسرا شخص اور اُس کا باپ ملا کر، اور اتنا بے وقوف ہوتا ہے کہ اپنی اس سوچ کا عملاً مظاہرہ اپنی بیوی کے ساتھ بھی کرتا ہے جس کا خمیازہ اس بے چاری کو جوانی میں اور خود اُسے بُڑھاپے میں بھگتنا پڑتا ہے۔

پختون مکر و مصلحت کی کمی اور اظہار ذات کے عملی اظہار کی فراوانی اور شدت

www.pdfbooksfree.pk

کا خطرناک حد تک شکار ہیں۔ ایک پختون اپنے کسی مسئلے کے حل کے لیے غور و فکر کا دردسر لینے کی بجائے اُسے اپنے بندوق کی گولیوں کی بوچھاڑ سے حل کرنے کی کوشش کرے گا۔ پختون کے دل میں آرزوؤں اور اُمنگوں کی فراوانی لیکن صبر و تحمل کی شدید کمی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اکثر جوانی میں ہی مرتا ہے۔ پختون بڑے دل اور موٹی عقل کا مالک ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ایک بہترین دوست اور ایک اچھا میزبان ہوتا ہے۔ اُس کا سر مغرور اور اُس کا پیٹ خالی ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ایک زبردست ڈاکو بن سکتا ہے۔

ایک پختون کو جب لُوٹ مار اور خیرات مانگنے میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑے تو وہ ہمیشہ لُوٹ مار کا انتخاب کرتا ہے، کیونکہ وہ ایک مرد ہوتا ہے، کیڑا نہیں۔ وہ اپنی جوان اور خوبصورت بیوی کے بدن پر پھٹے پُرانے کپڑوں اور اپنے بچوں کی آنکھوں کی بھوک کو دیکھتا ہے، دانت پیستا ہے، اپنی بندوق اُٹھا کر گھر سے غم اور غیض و غضب کے عالم میں نکلتا ہے اور بغیر کسی تردّد یا خوف کے موت کے منہ میں چلا جاتا ہے تاکہ اپنی حسین بیوی کے لیے چند گز کپڑا اور اپنے پیارے بچوں کے لیے چند روٹیاں گھر لے جا سکے۔ جب ایک سماجی نظام اُس کے پیاروں کو ننگ اور بھوک کی ذلت سے نہیں بچا پاتا تو وہ بغیر کسی گومگو کے اُس نظام کو اپنے گھاس پھوس سے بنے ہوئے جوتوں تلے روند ڈالتا ہے۔ جب ایک سیاسی نظام اُسے اور اُس کے بچوں کو بھوکا رکھتا ہے جبکہ اوروں کو کھلاتا پلاتا ہے تو وہ بغیر کسی جھجھک کے اُس نظام کو اپنی پُرانی بندوق کی گولیوں سے چھلنی کر دیتا ہے اور یہ اُس کی وہ خوبی ہے جس کے لیے میں پختون کو پسند کرتا ہوں۔ ایک پختون بھیک اور خیرات مانگنے کی ذلت کی بجائے چوری

www.pdfbooksfree.pk

اور ڈکیتی کو ترجیح دے گا۔ میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ وہ مفلسی کے بچوں..... شرم، بے عزتی اور بے توقیری برداشت کرنے کی بجائے خدا اور اُس کی ساری مخلوق کے غضب کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اُس کے لیے اپنی بیمار بیوی کی اُداس اور شکوہ کناں آنکھوں اور اپنے بچوں کی بھوکی اور پُر اُمید نظروں کو دیکھنے کی بجائے کسی مالدار تاجر کی خوفزدہ آنکھوں میں جھانکنا کئی گنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ مجھے ایک مرد ڈاکہ ڈالنے کے جُرم میں سرعام پھانسی پر چڑھتے ہوئے زیادہ باوقار اور پسندیدہ نظر آتا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ کسی فٹ پاتھ پر ایک حقیر کیڑے کی طرح رینگتے ہوئے اُن لوگوں کے سامنے بھیک کے لیے ہاتھ پھیلائے جنہوں نے اپنی اپنی روحوں کا سودا کرنے کے لیے موزوں خریدار ڈھونڈ رکھے ہوں۔ پختون ڈاکہ ڈالنا یا لوٹ مار کرنا صرف اس لیے پسند کرتا ہے کہ اُسے بھیک مانگنے کی ذلت سے نفرت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی موٹی عقلوں اور مغرور و اَنا پرست دلوں کے باوجود مجھے اُن سے محبت ہے۔ پختون اپنا سر کٹوا دے گا لیکن اُس مودّب عاجزی اور خود سپردگی کے ساتھ جھکانا کبھی نہیں سیکھے گا جو کہ آپ کے متمدن معاشروں میں مہذب آدمیوں کا عام قاعدہ ہے۔

گذشتہ سو سالوں میں فرنگی حکومت نے انہیں رشوت اور روپے پیسے کی لالچ کا مرض لگا دیا ہے۔ انگریز سرکار نے پختونوں کے ملاؤں، خوانین اور پیروں فقیروں تک کو دولت دے کر خرید لیا..... اُن تانبے کے خداؤں (Tin-gods) کو خرید لیا جن کی پختون عبادت کرتے ہیں..... اور انہیں انگریز حماقت (English Folly) کی خدمت اور حفاظت کے لیے ہندوستانی سونا اُجرت میں دے کر اپنی

www.pdfbooksfree.pk

آنکھوں اور روحوں کا سودا کرنے کا مطالبہ کیا۔ پختونوں پر اس کے اثرات ضرور مرتب ہوئے۔

چلئے میں آپ کو شریف اور نیک عیسائی اور مہذب اور جمہوریت پسند انگریز ذہنیت کی ایک جھلک دکھانے کے لیے ایک چھوٹی سی کہانی سناتا ہوں۔ یہ تیراہ کے علاقے کی کہانی ہے۔ تیراہ وزیرستان کے بلند اور سنگلاخ پہاڑوں میں آباد عجیب کہانیوں اور عجیب تر رسوم ورواج کا وطن ہے۔

تیراہ.....آفریدیوں کا گھر ہے۔

تیراہ کی آبادی طاقتور اور بیدار سُنی مسلک اکثریت اور کمزور لیکن ہوشیار اور ذہین شیعہ اقلیت پر مشتمل ہے۔ بہ لحاظ خون وقوم، دونوں ہی خالص آفریدی پختون ہیں۔ آفریدی پختون ہندوستان اور افغانستان کی سرحد پر دونوں طرف آباد ہیں اور اس بات کا خمیازہ بھگتے رہتے ہیں۔ جب افغانستان کا بادشاہ امان اللہ خان ذرا ترنگ میں آیا اور ایک سچا پختون ہونے کے سبب سرکشی، بے نیازی اور جارحیت کا پختون روّیہ اپنا لیا تو ہندستان کے سفید سامراجی آقاؤں کو اس پر اعتراض ہوا اور جب امان اللہ خان اور اُس کی ملکہ، ثریا خانم نے یورپ کے شاندار دارالخلافوں میں ضیافت و رقص کی شاہی محفلوں میں شرکت کی تو انگریز سامراج نے عیسائی سونے اور دولت کی مدد سے حسد، بھوک، خودغرضیوں اور حماقت و جہالت کی تباہ کن وحشی قوتوں کو قوم پرست اور روشن فکر امان اللہ خان کے خلاف مجتمع کیا۔

تیراہ کے شیعہ اپنے سُنی ہمسایوں کے مقابلے میں زیادہ ذہین اور معاملہ فہم ثابت ہوئے۔ امان اللہ خان ایک وسیع القلب اور روشن خیال بادشاہ تھا اور تمام مذہبی

www.pdfbooksfree.pk

فرقوں کیلئے برداشت اور احترام رکھتا تھا۔ اسی لئے اُسے تیراہ کی شیعہ آبادی کی محبت اور ہمدردی حاصل تھی اور وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ جنوب مغرب سے پیش قدمی کر کے اپنے جوان بادشاہ کی مدد کریں۔ لیکن پختون ملاؤں اور مذہبی عالموں کی غازی امان اللہ خان کے خلاف اعلان جنگ کے ساتھ یہاں تیراہ میں بھی مکار، فصیح اور چرب زُبان مُلّا اور مجاہدین نمودار ہو گئے۔

اور جس وقت افغانستان میں عالمانہ پگڑیاں اور عابدانہ داڑھیاں غضب ناک ہو کر جوان افغان بادشاہ کے بقول اُن کے عیسائیوں جیسے اطوار اور غیر پختون اور غیر اسلامی اخلاقیات کے خلاف زہر اُگل رہی تھیں تو دوسری طرف تیراہ میں اُن کی نفرت اور غیض وغضب کا نشانہ اُن کے شیعہ بھائی بنے اور پیغمبرؐ کے داماد، حضرت عثمانؓ کے قتل، جو کہ چودہ سو سال پُرانا واقعہ ہے، کے حوالے سے تیراہ کے شیعہ پختونوں کو تنقید اور نفرت کا ہدف بنایا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے یہ نئے عاشق زیادہ تر اُن بندوبستی ضلعوں سے آتے تھے جو کہ انگریز حکومت کے زیر تسلط تھے۔ یہ قبائلی پختونوں میں جا کر اُن غازیوں کے لیے جنت اور حور وغلمان کی نوید دیتے تھے جو زیادہ سے زیادہ شیعوں کو قتل کر دے۔ اُن کی باتیں سادہ و جاہل اور یقین کرنے والے آفریدیوں کے کانوں اور دلوں تک پہنچ گئیں۔ آخر مذہبی جذبات بھڑکانے کے علاوہ وہ جو نقد مال وزر اور جنت کی جن عیاشیوں اور حسین حوروو غلمان کے وعدے کر رہے تھے، آفریدیوں کے لیے اُن سے منہ موڑنا بہت مشکل تھا۔ چنانچہ سنّی آفریدیوں نے اپنے بندوق اٹھا لئے اور جنت اور حوروں کی تلاش میں شیعوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ یوں قتل وغارت اور وحشت و بربادی کے ایک خونی کھیل آغاز کیا گیا۔ نہ صرف شیعہ مرد و

www.pdfbooksfree.pk

زن کا قتل عام کیا گیا بلکہ اُن کے مال مویشی اور باغات تک کو نہیں بخشا گیا۔ جن وادیوں اور گاؤں میں شیعہ آباد تھے، انہیں تاراج کیا گیا، سینکڑوں باغات اور لاکھوں میوہ دار درخت کاٹ ڈالے گئے۔ صدیوں پُرانے بلند اور گھور چناروں کے حسین جُھنڈ برباد کر دیئے گئے اور یوں تیراہ کے شیعہ آفریدی اس قدر ٹوٹ پھوٹ اور تباہی و بربادی کا شکار بنا دیئے گئے کہ اُن کے لیے افغان بادشاہ امان اللہ خان کی مدد اور انگریز فوجوں کے خلاف لڑنا ممکن نہ رہا۔ انہوں نے اپنی غیرت، خلوص اور دانش کی قیمت اپنے خون اور آنسوؤں سے چکائی اور خود امان اللہ خان نے اپنی خودی اور غیرت و حمیت کی قیمت اپنے تخت و تاج اور بادشاہت سے محرومی کی صورت میں ادا کی۔ افغانستان اور افغانوں کی آزادی اور خود مختاری کے حصول کی جرأت کرنے کی پاداش میں امان اللہ خان کو اپنی بادشاہت اور پختونوں کو اپنے ہر دلعزیز بادشاہ سے محروم ہونا پڑا۔ اور اپنے قومی مفاد کے لیے جدوجہد کرنے کی پاداش میں تیراہ کے شیعہ آفریدیوں کو اپنے باغات اور اپنے بچوں اور جوانوں سے محروم ہونا پڑا تھا۔ اُس وقت یہاں کی انگریز حکومت اور اُس کے مقامی کارندوں اور دلالوں کا کھیل کھیلا گیا۔ یہ سارا کھیل سرد، سفاک اور مکارانہ منصوبہ بندی اور اُس پر ظالمانہ اور وحشیانہ عمل درآمد کی ایک دل دہلا دینے والی داستان ہے۔

یہ فیصلہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں کہ قتل و غارت، خون خرابے، وحشت، تاریکی اور نفرت کے اس شیطانی ڈرامے کا فائدہ کسے پہنچا۔

یہ قبائلی پختون علاقوں کی اس جیسی ہزاروں کہانیوں میں سے ایک ہے۔ اور اس کہانی کا ایک ایک لفظ سچا ہے۔ اکثر سنّی آفریدی نہیں جانتے تھے کہ انہیں کس نے

www.pdfbooksfree.pk

قتل وغارت اور وحشت و بربریت کی طرف دھکیلا تھا لیکن شیعہ آفریدی خوب اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اُن پر یہ بربادی اور خانہ جنگی کس نے مسلط کی تھی۔ پختون اپنے بادشاہ امان اللہ خان کو شکست، ناکامی اور ملک بدری سے نہ بچا سکے لیکن وہ یہ جان گئے کہ وہ ایسا کیوں اور کس کی وجہ سے نہ کر سکیں۔

برطانوی راج کے زیر تسلط ہندوستانی حکومت کا قبائلی پختونوں کے لیے پولیٹیکل انتظامیہ کا واحد وظیفہ یہ تھا کہ کسی طور خیبر کے پہاڑوں کے شاہینوں کو کوؤں اور گدھوں کے طور اطوار سکھا دیئے جائیں۔ فرنگی انتظامیہ قبائلی پختونوں میں سب سے کمزور، بے حیثیت اور لالچی لوگوں کو اپنے ساتھ ملاتی اور انہیں مال و دولت، جائیداد، سماجی حیثیت اور طاقت دیتی، کیونکہ ایک اوزار یا ہتھیار کا مضبوط اور مؤثر ہونا ضروری ہوتا ہے۔ پختونوں کے قبائلی معاشرے میں ساری طاقت اور حیثیت گاؤں کے خان اور ملا کے پاس ہوتی ہے۔ کیونکہ اوّل الذّکر اس دنیا میں اُن کا راہنما اور نجات دہندہ ہوتا ہے جبکہ موخر الذکر اگلے جہان میں اُن کا راہنما اور نجات دہندہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

انگریزوں کی پولیٹیکل انتظامیہ پختون قبائل میں اپنے ایسے ملا اور عالم بھیجتی جو بظاہر نہایت پرہیزگار، متقی اور متشرع دکھائی دیتے تھے۔ لیکن جو خدا اور مخلوق خدا کی خدمت کا لبادہ اوڑھ کر در پردہ شیطان کی خدمت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مذہب کا مقدس لبادہ اوڑھ کر قبائلی پختونوں کے دلوں میں خوف خدا کی جگہ اپنے بھائیوں سے شدید نفرت کے بیج بوئے۔ انہوں نے اُن کے معصوم اور بچوں جیسے سچے ایمان اور ایمانداری کو فرنگی سامراج کے ظلم و استحصال کی حفاظت اور خدمت کے لیے استعمال

www.pdfbooksfree.pk

کیا۔

انگریز اپنے منصوبے میں مکمل طور پر کامیاب رہے۔ آفریدی پختون ایک دوسرے کے گلے کاٹنے اور کھوپڑیاں اُڑانے میں اس قدر جوش اور جذبے کے ساتھ مشغول تھے کہ اُن کے پاس غور وفکر کرنے کا وقت تھا نہ دماغ۔ ہر طرف خون، قتل وغارت اور اندھیرا تھا۔ سلطنت برطانیہ محفوظ و مامون تھی اور پختون وحشت و بربادی کی زد میں۔

لیکن پھر اچانک ایک واقعہ ہوا۔ کیا؟ یہ جاننے کے لیے ہمیں تیراہ کے پہاڑوں اور آفریدی قبائل سے رُخصت لے کر نیچے اُن سرسبز وشاداب وادیوں میں آنا پڑے گا جہاں برطانوی سلطنت کی ہندوستانی حکومت کا راج تھا۔ کیونکہ یہی پشاور کے قریب ہی وادی ھشتنگر کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جہاں پہلا پختون خدائی خدمتگار پیدا ہوا۔

وہ ایک بلند قامت، نیلی آنکھوں والی اور باوقار خاتون اور ایک تنومند، ایماندار اور اعلیٰ خاندان کے ایک خان کی پانچویں اولاد تھا۔ اُس کے باپ بہرام خان کی کسی کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں تھی (اور یہ اُس وقت ھشتنگر کے ایک خان کے لیے عجیب اور منفرد بات تھی) کیونکہ اُس نے اپنے سبھی دشمنوں کو معاف کر کے سب سے دوستی کر لی تھی۔ بہرام خان کبھی بھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ اُسے معلوم ہی نہیں تھا کہ جھوٹ کیسے اور کیونکر بولا جاتا ہے۔ اُسے انگریز اچھے لگتے تھے، اگرچہ اُن کے نام وہ اکثر یاد نہیں رکھ سکتا تھا۔ اسے گھوڑے بہت پسند تھے لیکن وہ ایک اچھا گھڑسوار نہیں تھا۔ وہ عیب کی حد تک رجائیت پسند اور خوشدل تھا اور نتیجتاً ایک زبردست حس مزاح کا

www.pdfbooksfree.pk

مالک تھا۔ وہ دردناک حد تک ایماندار اور صاف گو تھا، اسی لئے لوگ اُسے پسند کرتے تھے۔ بہرام خان ایک پختون خان کی طرح ہنستے بولتے، کھیتی باڑی کرتے، آسودہ مطمئن زندگی گزارتے بڑھاپے تک جا پہنچا۔ اُس کی دو بیٹیوں کی شادی نہایت اچھے گھروں میں ہو چکی تھی۔ اس کا بڑا بیٹا برٹش آرمی میں کپتان تھا۔ جو لندن میں کالج چھوڑ کر برٹش آرمی میں بھرتی ہو گیا تھا اور ساری جنگ کے دوران بہادری کے ساتھ لڑا تھا۔ بہرام خان کے دوسرے بیٹے نے پہلی جنگ عظیم کے دوران برٹش آرمی میں بھرتی ہونے سے انکار کر دیا تھا اور اپنی زمینوں میں کھیتی باڑی کرنے اور مذہب میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ بہرام خان اپنے بیٹے کے اس رویے کو سمجھنے سے قاصر تھا۔ لیکن پھر اُس نے اپنے چھوٹے لڑکے کو سمجھنے کی کوشش ترک کر دی تھی۔ سب بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا ہونے کے سبب وہ اپنی ماں کا بہت چہیتا تھا۔ یہ لڑکا جوان ہوا تو نرم و مہرباں، صاف ستھرا اور چھ فُٹ تین انچ قد کا مالک تھا۔ وہ اپنے بوڑھے باپ کو بہت پیار اور احترام دیتا تھا اور اپنے کاموں کے لیے عجیب و غریب اور اعلیٰ وارفع توجیحات پیش کرتا تھا۔ بوڑھا بہرام خان اپنے اس بیٹے کی ہر بات معاف کر دیتا تھا۔ یہاں تک کہ برٹش آرمی میں کمیشن لینے سے انکار پر بھی اُسے معاف کر دیا تھا۔ کچھ یہ بات بھی تھی کہ اُس کی باوقار اور خوبصورت ماں بھی ہر بات میں اُس کا ساتھ دیتی تھی۔ بہرام خان کو یُوں لگتا تھا کہ اُس کی بیوی اپنے بیٹے کو زیادہ بہتر سمجھ سکتی ہے۔ وہ اپنے پیارے بیٹے کی ہر بات اور ہر حرکت کو سمجھتی تھی اور اگر وہ کہتی ہے کہ سب ٹھیک ہے تو یقیناً سب ٹھیک ہی ہوگا۔ پس بہرام خان نے ایک گاؤں کی زمینوں کا انتظام اُس کے ہاتھوں میں دے دیا، اُس کی شادی اُس لڑکی کے ساتھ کرا دی جس سے وہ کرنا چاہتا تھا اور یہ

www.pdfbooksfree.pk

اُمید کرتا رہا کہ اب اُس کا بیٹا اپنی عجیب و غریب سوچیں اور انوکھے تصوّرات چھوڑ دے گا اور معمول کی سماجی اور خانگی زندگی گزارنا شروع کر دے گا۔

اس جوان کو اپنی حسین بیوی سے بہت محبت تھی۔ وہ ایک بے حد پیاری اور موہنی سی، پیار کرنے والی، سخاوتی اور شریفانہ طور اطوار کی مالک ایک معزز خاندان کی پختون دُلہن تھی لیکن وہ پھر بھی بے چین اور سرگرداں ہی رہا۔ وہ اپنے دو بیٹوں سے بہت پیار کرتا تھا لیکن اکثر شام کو آگ کے گرد بیٹھے ہوئے وہ اُنہیں پیار کرنا اور بانہوں میں بھینچنا چھوڑ دیتا اور اُس کی آنکھوں میں کسی دور دراز منظر کا دُھندلا عکس جھلکنے لگتا۔ اُس کی حسین اور جواں بیوی اُس کی ان کیفیات کو جانتی تھی اور اُن سے نفرت کرتی تھی۔ کیونکہ ہر عورت اپنے مرد کو پورا کا پورا حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اُس نے جان لیا تھا کہ اُس کے اس خوبرو اور تنومند شوہر کے دل و دماغ میں ایسا کچھ ہے جس کے زیر اثر آ کر وہ اُس کی حسین آنکھوں اور اپنے معصوم بیٹوں کی پیاری پیاری باتیں بھی بھلا دیتا تھا۔ وہ اتنا عرصہ زندہ نہ رہ سکیں کہ اپنے شوہر کی اُن طویل خاموشیوں اور تاریک ذہنی کیفیات کو فکر، قوت اور عمل کی صورت میں ڈھلتے دیکھ سکے۔ وہ پیاری خاتون پچّیس سال کی جوان عمر میں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ اُنہوں نے اُس کے خوبصورت بدن کو تازہ پھولوں سے ڈھانپ دیا اور اُس کے سُرخ عروسی جوڑے ہی میں اُسے اپنے آبائی قبرستان میں دفن کر دیا۔ اس نے اپنے شوہر کے لیے دو چھوٹے چھوٹے لڑکے چھوڑے جن کی آنکھوں میں حیرت اور سراسیمگی تھی۔ وہ موت کی دہشت کو محسوس کر رہے تھے، اگرچہ وہ ابھی موت کو جانتے یا سمجھتے نہیں تھے۔

بیوی کی موت کے بعد عبدالغفار خان کی بے قراری مزید بڑھ گئی۔ جنگ

www.pdfbooksfree.pk

عظیم اوّل اپنے آغاز میں ہندوستان کے لیے آزادی اور ترقی وخوشحالی کے جھوٹے، خواب لے کر آئی لیکن اپنے اختتام پر طاعون کا تحفہ دیا۔ جوان عبدالغفار خان نے اپنے دونوں لڑکوں کو اپنی ماں کے ہاتھوں میں سونپ کر اپنے لوگوں کی خدمت اور اُن کے لیے فلاحی اور اصلاحی کاموں میں اپنے آپ کو غرق کر کے اپنے دل کی بے چینی و بے قراری کا علاج ڈھونڈنے کی کوشش کی۔

اب اُسے اپنی زندگی کا مقصد اور وظیفہ معلوم ہو چکا تھا۔ اُس نے اپنے لئے ایک نیا عشق ڈھونڈ لیا تھا..... یعنی اپنے لوگوں، اُن تمام پختونوں کو متحد کرنے، اُنہیں تعلیم وتربیت دینے، اُن کی اصلاح کرنے اور اُن کی تنظیم کرنے کو اُس نے اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔ اس نے اُن کے پاس اُن کے حجروں اور مسجدوں میں جا کر اُن سے تبادلہ خیال کرنا شروع کر دیں۔ وہ اُن کی توجہ اُن کی زندگیوں کی تاریکی اور بدحالی کی طرف دلاتا۔۔ وہ پختونوں کو غور وفکر کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ اپنی کوششوں میں بڑی حد تک کامیاب رہا۔ ہشتنگر کے سادہ دل پختون ایک گاؤں کی مسجد میں جمع ہو گئے اور جرگہ میں اعلان کر دیا کہ غفار خان ہمارا ''بادشاہ'' ہے۔ اس پر تاج برطانیہ کے مقامی نمائندوں میں حس مزاح وہ مشہور اور زبردست انگلیسی حس مزاح جو آپ کو جریدہ ''پنچ'' (Punch) کے صفحات میں تو بے تحاشا نظر آتا ہے لیکن ایک حکمران انگریز کی آنکھ میں شاذو نادر ہی جھلکتا ہے) مفقود ہو گئی۔ اسسٹنٹ کمشنر اپنے سپاہیوں، بندوقوں اور توپوں سمیت اس گاؤں آ پہنچا، گاؤں کا محاصرہ کر لیا، سارے مردوں سے اسلحہ چھین کر جمع کروالیا اور گاؤں والوں پر پینسٹھ ہزار روپے جُرمانہ لگا دیا۔ کمشنر صاحب نے اپنی مضحکہ خیز اور ٹوٹی پھوٹی پشتو میں سلطنت برطانیہ کی ناقابل

www.pdfbooksfree.pk

شکست طاقت کے بارے میں گاؤں والوں کو ایک طویل لیکچر بھی دیا اور واپس جاتے وقت اپنے ساتھ علاقے کے ساٹھ سفید ریش بُزرگوں کو گرفتار کر کے لے گیا کہ انہیں جُرمانہ ادا کر کے ہی آزاد کرایا جا سکتا تھا۔

گاؤں والوں کے اُس ہجوم میں بہرام خان بھی تھا۔ اُس کی عمر اُس وقت پچھتر سال رہی ہوگی۔ تب تک وہ انگریزوں کی حکومت ماننے والا اور ان کا حمایتی تھا۔ وہ دوسرے لوگ بھی اتنے ہی معصوم اور کسی سنجیدہ سیاسی بغاوت سے اتنے ہی دور تھے جتنا کہ خود بہرام خان۔ لیکن اُس دن سے اُن سب کے دل انگریز حکومت کے اس جابرانہ اور سنگدلانہ رویئے پر شدید غصے اور نفرت سے بھر گئے۔ اُس دن انہیں اپنی بے بسی اور کمزوری کا شدید احساس ہوا۔ انہوں نے غلامی کی زنجیروں کی سختی اور تلخی پہلی بار اس شدت سے محسوس کی۔ چونکہ وہ پختون تھے اس لیے انہوں نے حکومت کی غلط فہمی دور کرنے اور اپنی وفاداری اور بے گناہی ثابت کرنے کے لیے صفائیاں اور وضاحتیں پیش کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ لیکن بہر حال وہ اس قدر ناراض اور مشتعل تھے کہ انگریز حکومت کو برملا بُرا بھلا کہتے رہے۔ وہ اور تو کچھ نہیں کر سکتے تھے لیکن دانت پیس کر انگریز حاکموں کے منہ پر اعلان کر دیا کہ، ''ٹھیک ہے! اگر تم ہمیں باغی سمجھتے ہو تو آج سے ہم سب باغی ہیں۔ تمہارے بس میں جو کچھ ہو، کر لو۔''

عبدالغفار خان بمشکل پھانسی کے پھندے سے بچ نکلا۔ اس واقعے کے بعد ہی اُسے پختونوں کی طرف سے ''باچا خان'' کا خطاب ملا۔ پختون آج تک اُسے عبدالغفار کی بجائے باچا خان کے نام سے پکارتے ہیں۔ انگریز سامراج کے جبر و عتاب نے اُسے ڈرانے اور دبانے کی بجائے اور زیادہ حوصلہ مند اور دلیر بنا دیا۔ اس

www.pdfbooksfree.pk

واقعے نے اُسے پختونوں کی ایک بڑی تعداد کی حمایت اور شہرت و مقبولیت بخشی۔ یہاں تک کہ اب بوڑھا بہرآم خان بھی انگریزوں کے خلاف ہو گیا اور اُس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اب وہ انگریزوں کو بُرا بھلا کہتا اور اپنے بہادر بیٹے کو اس وجہ سے اور بھی زیادہ پسند کرنے لگا کہ وہ انگریز حکومت کے اعصاب پر سوار تھا۔

باچا خان نے گاؤں میں ایک مدرسہ کھول لیا اور ایک تنظیم بنائی جس کا نام اُس نے ''انجمن اصلاح افاغنہ'' رکھا۔ یہ ایک غیر سیاسی اور خالص فلاحی اور اصلاحی تحریک تھی۔ لیکن اسے ایک جُرم قرار دے کر اُسے ایک بار پھر گرفتار کر لیا گیا اور تین سال کے لیے جیل میں ڈال دیا گیا۔ جب اُس نے حکمرانوں سے کہا کہ اپنے لوگوں کو تعلیم اور شعور دینا کوئی جُرم یا بغاوت تو نہیں اور یہ کہ اس طرح تو وہ حکومت کی مدد کر رہا ہے۔ حکومت کا جواب یہ تھا، ''ہاں ٹھیک ہے لیکن اگر تمہیں پختونوں کو سماجی و فلاحی کاموں کے لئے متحد و منظم کرنے کی اجازت دے دی گئی تو اس بات کی کون ضمانت دے گا کہ یہ تنظیم بعد میں انگریز سرکار اور اُس کے مفادات کے خلاف کام نہیں کرے گی''؟ ''آپ کو مجھ پر اعتماد کرنا ہوگا،'' باچا خان نے کہا۔ ''نہیں،'' بلند و بااختیار سرکار نے جواب دیا، ''پہلے تم سرکار سے معافی مانگو اور ضمانت دو کہ آئندہ ایسی سرگرمیوں میں ملوث نہیں ہو گے۔ اُس کے بعد ہی تمہیں آزاد اور تم پر اعتماد کیا جا سکے گا۔'' ''کیا میں اس بات کی ضمانت دوں کہ میں اپنے لوگوں کی خدمت اور اُن سے محبت نہیں کروں گا؟ اور کیا میں ایسا کرنے کے لیے معافی مانگوں؟'' باچا خان نے تعجب کے ساتھ سوال کیا، کیونکہ اُس نے انگریزوں کے ایک مشنری سکول میں تعلیم پائی تھی اس لیے اُسے عیسائی انصاف اور نرمی و مہربانی کے حوالے سے بہت خوش فہمیاں تھیں۔

www.pdfbooksfree.pk

''لیکن جو کچھ تم کر رہے ہو یہ محبت اور خدمت نہیں بلکہ نافرمانی اور بغاوت ہے،'' اعلیٰ و بالا حاکموں نے باچا خان کو سمجھانے لیکن اُس سے زیادہ اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے جواب میں کہا۔ انگریز انصاف کے اس جادوئی فیصلے کے مطابق بادشاہ خان کو تین سال قید با مشقت کی سزا سنادی گئی اور اُسے یہ ناروا سزا دلوانے کے انعام کے طور پر یہ سزا دلوانے والوں کو نوکری میں ترقی اور تنخواہ میں اضافہ ملا۔

اس دوران باچا خان کا آزاد مدرسہ خوب پھلتا پھولتا رہا اور تنظیم متحد اور متحرک رہی۔ تین لمبے سال گزر گئے اور باچا خان جیل سے رہا ہو کر آ گیا لیکن بہت کمزور اور نڈھال ہو چکا تھا۔ البتہ اُس کا حوصلہ اور جذبہ اور ابھی آہنی ہو گیا تھا۔ اُس کی نیلی آنکھیں اپنی تکالیف پر نازاں بھی تھیں اور سرد اور مصمم ارادے سے بھرپور بھی۔ گھر آ کر اُس نے اپنے بن ماں کے کمسن بچوں کو گود میں لیا، اُن کے خوشی سے تمتماتے رُخسار سہلائے اور اُنہیں پیار کیا۔ بوڑھا بہرام خان اُس دن بے حد خوش اور مسرور تھا۔ وہ سارا دن حجرے میں آنے والے مہمانوں کو چائے پلاتا رہا اور انگریزوں اور اُن کی نانیوں اور دادیوں کے متعلق چند نا قابل تحریر باتیں کر کے اپنا اور مہمانوں کا جی بہلاتا رہا۔ پختون ہزاروں کی تعداد میں باچا خان کو جیل سے رہائی کی مبارکباد دینے اور اپنا احترام اور محبت پیش کرنے آتے رہے۔ لڑکے اُسے عزت و عقیدت سے دیکھتے رہے اور لڑکیاں بالیاں اُس کے نام پر بنائے گئے گیت گاتی رہیں۔ پختونوں کو اپنا سب سے بڑا باغی (Outlaw) مل گیا تھا۔ جنگجوؤں کی قوم نے انگریز سرکار کی مہربانی سے اپنا قہرمان دریافت کر لیا تھا۔

برطانوی آقا سخت مضطرب اور غضب ناک تھے کہ آخر یہ بدمعاش پختون

www.pdfbooksfree.pk

اس باغی کے گرد کیوں جمع ہو رہے ہیں۔ انہیں جلد ہی کوئی سخت سبق سکھانا ہوگا۔ لیکن ایسا کرنے سے پہلے اس لمبے تڑنگے، ضدّی اور ناسمجھ پختون کو منظر سے ہٹانا ہوگا۔ باچا خان کو گرفتار کرنا بہت آسان تھا..... کیونکہ وہ اس قدر لمبا اور اس قدر بہادر تھا کہ سرکاری عتاب سے چھپتے پھرنا اُس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ اُس کی ساری سرگرمیاں بلاخوف وخطر اور سب کے سامنے ہوتی تھیں اور انگریز حکومت اور اُن کے مقامی گماشتوں کے سامنے سینہ تان کر ہوتی تھیں کہ وہ جو کچھ کر سکتے ہیں، کر لیں۔ چنانچہ انگریز سرکار نے انہیں ایک بار پھر گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا، اس اُمید پر کہ وہ جلد ہی سمندر میں رہتے ہوئے مگرمچھوں کے ساتھ اچھے تعلقات کی اہمیت سمجھ جائے گا۔ باچا خان نے سزایافتہ مُجرموں کی تمام اذیتیں برداشت کیں..... یعنی قیدِ بامشقت، قید تنہائی، پیروں میں آہنی بیڑیوں کا کاٹنے والا بوجھ، گرد وغبار اور گندگی، بھوک، پیاس، بیماری اور جسمانی درد واذیت، لیکن ان سب سے بڑھ کر اُس نے انگریزوں کے ہیچ ترین اور پست ترین تنخواہ داروں کی بدکلامیاں اور گالیاں، طنز و استہزاء اور ہر طرح کی اہانتیں سہیں۔ وہ جیل میں روزانہ چالیس پاؤنڈ گندم اپنے ہاتھوں سے جیل کی چکّی میں پیستا تھا اور کبھی کسی سے کوئی فریاد یا شکایت نہیں کی۔ وہ ہمیشہ ایک ماڈل قیدی کی طرح رہا۔ اُس نے کبھی بھی جیل کی گندگی اور اپنے کھانے میں مکھیوں اور کیڑوں وغیرہ کی شکایت نہیں کی۔ وہ اپنے صیادوں کے ساتھ ایک ایسا حقارت آمیز بے نیازی کا رویّہ اپنائے رکھتا تھا جو تقریباً احترام سے مشابہہ تھا۔ وہ طاقتور ہونے کے باوجود مہربان تھا اور اپنے دشمنوں تک سے نرمی اور شفقت سے پیش آتا تھا۔ وہ ہر ایک کو سب کچھ معاف کر دیا کرتا تھا اور نہ ختم ہونے والے صبر و

www.pdfbooksfree.pk

استقامت کا مالک تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے غموں کو مسکراہٹ اور اپنے درد کو ہنسی مذاق اور خوش مزاجی کے پردے میں چھپا کر رکھتا۔

اب کی بار وہ جیل سے آزاد ہوا تو اُس نے پہلی بار سیاسی احتجاج کی تحریک چلائی اور صوبہ سرحد کے لیے مکمل سیاسی اصلاحات کا مطالبہ کر دیا۔

پختونوں میں پڑھے لکھے تعلیم یافتہ افراد دو فیصد ہوں گے۔ باقی اٹھانوے فیصد پختونوں کے لیے کاغذ پر لکھے ہوئے سیاہ حروف کوئی معنی نہیں رکھتے تھے۔ پس بادشاہ خان کو خود ایک ایک گاؤں جا کر پختونوں سے مخاطب ہونا اور انہیں اپنا پیغام پہنچانا پڑا۔ اُس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ کھیتوں، باغوں میں، پیدل سفر میں، اُن کے کپڑے جلدی میلے ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے کپڑے رنگنے کا فیصلہ کیا۔ اُن میں سے ایک نے اپنے کپڑے چمڑوں کو رنگنے والے رنگ میں رنگ دیئے۔ اُن کا رنگ گہرا سیاہی مائل سرخ ہو گیا۔ باقیوں نے بھی اپنے کپڑے رنگ دیئے اور یوں سارے ''سرخ پوش'' ہو گئے۔ جب اگلی بار اُن کا جلوس گاؤں کی گلیوں میں نکلا تو اُن کے شوخ اور گہرے سرخ رنگ کے کپڑوں نے فوراً لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کر لی۔ سادہ دل پختون اپنے سانڈ اور ہل کھیتوں میں چھوڑ کر اُن سرخ پوشوں کے جلوس کا تماشہ کرنے اکٹھے ہو گئے۔ وہ آئے، باچا خان کے سُرخ پوشوں کو دیکھا اور اُن کے دل فتح ہو گئے۔ باچا خان نے یہ نیا رنگ اپنی تنظیم کے ساتھیوں کے لیے پسند کر لیا جنہیں اُس نے ''خدائی خدمتگار'' کا نام دیا۔ اُن کا مقصد آزادی و خود مختاری کا حصول تھا اور اُن کا نعرہ اور لائحہ عمل عوام کی خدمت اور فلاح تھا۔

میں نے آپ کے سامنے باچا خان کا قدرے طویل خاکہ اس لئے کھینچا

www.pdfbooksfree.pk

کیونکہ پختون سیاست کا مرکز ومحور باچا خان ہی ہے۔ وہ پختونوں کو جانتا اور سمجھتا ہے اور پختون اُسے جانتے اور سمجھتے ہیں اور آپ اُن دونوں کو تب تک نہیں سمجھ سکتے جب تک آپ خود پختون نہ ہوں۔

باچا خان اب بوڑھا ہو چکا ہے۔ وہ لمبے لمبے بال اور ایک خوبصورت سفید داڑھی رکھتا ہے۔ جب اگلی بار آپ اُس سے ملیں تو اُس کی مہربان نیلی آنکھوں میں غور سے دیکھئے گا۔ اُس کی آنکھوں سے آپ پختونوں کی سیاست کے بارے میں وہ کچھ جان لیں گے جو میں ہزاروں صفحات سیاہ کر کے بھی نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ انسان کے اندر جو مقدس ترین اور لطیف ترین شے ہوتی ہے وہ اتنی ہی لطیف اور نا قابل بیان ہوتی ہے جتنی کہ چاند کی نیلی چاندنی یا روشن ستاروں کی کہکشاں کی پاکیزہ ضیاء۔ محبت، اُنس اور شفقت کو الفاظ میں قید کرنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ اُسے انگریز سرکار کی جیلوں میں قید کرنا۔ بادشاہ خان نے پختونوں میں سیاست کر کے عملی تجربے سے یہ راز سیکھ لیا ہے کہ محبت، بے لوث ہمدردی اور خلوص کی طاقت ایک لمحے میں وہ کچھ تخلیق کرنے پر قادر ہوتی ہے جسے اَن گنت ایٹم بم صدیوں میں فنا نہیں کر سکتے اور یہ کہ محبت اور خلوص و ہمدردی کی طاقت دنیا کی سب سے عظیم طاقت ہے۔ اور یہ کہ مردانگی اور بہادری کا واحد راستہ حق اور سچائی کا راستہ ہے اور یہ کہ ایک واضح اور اعلیٰ وارفع خواب آپ کی اپنی زندگی اور آپ کے بچوں کی پیاری آنکھوں سے بھی زیادہ پیارا اور عزیز ہوتا ہے۔

باچا خان نے اپنی جدوجہد سے یہی چند اسباق سیکھے اور ساری عمر پختونوں کو یہی اسباق سمجھانے اور سکھانے کی کوشش کرتا رہا۔

www.pdfbooksfree.pk

باب نمبر (۱۱)

حرفِ آخر

میں نے آپ کو پختونوں سے متعارف کرانے کے لیے اُن کی جو کہانی شروع کی تھی، اب میں اُس کے اختتام تک پہنچ گیا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ کو میری یہ کہانی سننے میں اتنا ہی لطف آیا ہوگا جتنا کہ مجھے اس کے سنانے میں آیا۔ پڑھنا دراصل سننے کی ایک مہذب صورت ہے جبکہ لکھنا بولنے کی ایک پیچیدہ شکل۔

میں نے کوشش کی کہ آپ کو اپنے لوگوں..... پختونوں کے بارے میں کچھ بتاؤں، کسی غیر جانبدار یا غیر متعصبانہ نکتہ نظر سے نہیں، کیونکہ میں کوئی بے جان پتھر نہیں ہوں اور صرف ایک بے جان کنکر ہی مکمل طور پر غیر جانبدار اور غیر متعصب ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی سوچ یا خیال دراصل کسی تعصب کا اظہار ہی ہوتا ہے۔

تخلیقی تحریک (Inspiration) ہی تعصب سے ماورا ہوتا ہے اور اس لئے وہ فکر و خیال سے بھی بلند اور ماورا ہوتا ہے۔ تعصب اور لگاؤ ہر انسان کے لیے ماں کے دودھ کی مانند ہیں۔ آپ جتنی جلد اس حقیقت کو تسلیم کر لیں اتنا ہی بہتر ہے۔ میں جب آپ کے ہائی کورٹ کے معزز جج کو شاندار وگ پہنے حد درجہ سنجیدہ چہرہ کے ساتھ ''غیر متعصبانہ'' اور ''غیر جانبدارانہ'' انصاف بانٹتے دیکھتا ہوں تو میرے لئے اپنی ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ نہیں! اُس جج جیسی اداکاری اور جھوٹ میرے بس کی با

www.pdfbooksfree.pk

ت نہیں۔ میں غیر جانبداری کا جھوٹا دعوہ نہیں کروں گا، کیونکہ میں ایک پختون ہوں اور مکروفریب، اداکاری اور دروغ گوئی سے کام نہیں لے سکتا۔ پس میں بلا تکلف اعتراف کرتا ہوں کہ میں اپنے لوگوں، پختونوں کے بارے میں جانبدار بھی ہوں اور متعصب بھی۔ اور اگر میں ایسا نہ ہوتا تو اس کے لیے مجھے اپنے آپ سے نفرت ہوتی۔

میں نے ان صفحات میں آپ کے سامنے پختونوں کی وہ تصویر پیش کی ہے جیسے وہ مجھے نظر آئے ہیں۔ یہ پختونوں کی میری بنائی ہوئی تصویر ہے۔ آخر میں کسی اور کی تصویر کیسے پیش کر سکتا تھا؟ مجھے پختونوں سے بے اندازہ محبت ہے..... اُن کے قتل وخون اور ظلم ووحشت، غربت اور جہالت کے باوجود۔ کیونکہ اگر پختون قتل کرتے اور خون بہاتے ہیں تو وہ کسی اصول کے تحت ہی ایسا کرتے ہیں اور پھر اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے کہ انگریزوں کا قانون یا کوئی دوسرا اسے جُرم شمار کرتا ہے۔ پختون سچے ڈیموکریٹ ہوتے ہیں۔ وہ ایک مثل دہراتے ہیں، ''پختون بارانی زمینوں کے گندم کی طرح ہیں۔ وہ سب ایک ساتھ اور ایک ہی دن پیدا ہوئے ہیں اور اسی لئے سب پختون ایک جیسے اور برابر ہیں۔''

ہم جب خدائی خدمتگار تحریک میں جرنیل کا بیج کسی رنگساز، جولاہے یا کسی قصاب کے کندھے پر لگاتے تو وہ شرمانے یا چھپنے کی بجائے دانت نکال کر مسکراتا تھا۔ ایک پختون کے ہاتھ کتنے ہی سخت، کُھردرے اور میلے کیوں نہ ہوں، وہ بڑے اعتماد کے ساتھ کسی بھی بادشاہ یا وزیراعظم سے ملانے کے لیے آگے کر دے گا۔ اُس کے گھر میں پکا کھانا چاہے کتنا بھی کم اور معمولی کیوں نہ ہو، وہ بہت خوشی اور اعتماد کے ساتھ ایک بادشاہ یا نواب کو بھی کھانے کی دعوت دیتا ہے۔ وہ اپنے مہمان سے کہتا ہے،''

www.pdfbooksfree.pk

میرے دسترخوان کے خالی پن اور مکئی کی روٹی کی سختی کو نہ دیکھو بلکہ میری آنکھوں کی محبت اور خلوص کو دیکھ کر کھاؤ۔"

لیکن جس چیز کے لیے میں پختونوں کا عاشق ہوں وہ یہ ہے کہ جب وہ کسی قومی جنگ میں لڑنے اور مرنے کے لیے گھر سے نکلتا ہے تو پہلے وہ ہاتھ منہ دھوئے گا، داڑھی اور سر کے بالوں میں خوشبودار تیل لگائے گا اور اپنے بہترین کپڑے اور جوتے پہن کر میدان جنگ میں جائے گا۔ دراصل یہ پیارا اور معصوم بچہ چاہتا ہے کہ وہ حوروں کو اچھا لگے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ خدا بھی میلے چہرے کو اتنا ہی ناپسند کرے گا جتنا وہ خود کرتا ہے۔ اس لیے اپنے خدا کے پاس جاتے وقت وہ اُسے دھو کر پاک صاف کرنا پسند کرتا ہے۔ گیت:

وہ کہتا ہے کہ خدا

اچھا اور پیارا ہے

اور اسے پسند کرتا ہے

جو ہنستا اور گاتا ہوا مرے

وہ کہتا ہے کہ بزدل

تکلیف اُٹھاتا اور روتا ہے

لیکن بہادر اور دلاور

ہنستا اور جنت میں جاتا ہے

میں یقیناً پختونوں کے حق میں جانبدار اور متعصب ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اب آپ بھی مجھ جیسے ہو گئے ہوں گے۔

www.pdfbooksfree.pk

www.pdfbooksfree.pk